باطنی صفات

قرآن وسنت کی روشنی میں

حضرت مولانا سید عبید اللہ حسنی ندوی

مرتب

محمد ارمغان بدایونی ندوی

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق محفوظ

پہلا ایڈیشن

ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق جنوری ۲۰۱۶ء

نام کتاب	:	باطنی صفات
مؤلف	:	مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ
مرتب	:	محمد ارمغان بدایونی ندوی
تعداد اشاعت	:	۵۰۰
صفحات	:	۱۰۴
قیمت	:	Rs. 40

باہتمام : محمد نفیس خاں ندوی

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی

☆ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

☆ مکتبۃ الشباب، ندوہ روڈ لکھنؤ

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

عرض مرتب ۸

حیا وشرم

برائی کی اقسام ۱۱
بے حیائی کے نتائج ۱۴

حیا ایمان کا شعبہ ہے

.... ۱۵

اخلاقیات اسلام

.... ۱۷

ایمان اور نفاق کی علامات

.... ۱۹

www.abulhasanalinadwi.org

نفاق کی علامت ۲۰
حضرت احنف بن قیس کا واقعہ ۲۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء
.... ۲۳
حیا کا مفہوم
.... ۲۵
مصیبت و آزمائش میں صبر و رضا
.... ۲۹
آہ و بکا کی ممانعت
.... ۳۲
صبر مصیبت کے وقت ہی معتبر ہے
.... ۳۵
نابینا کے صبر کا بدلہ جنت
لاعلاج کون؟ ۳۸

www.abulhasanalinadwi.org

مومن کے ہر معاملہ میں خیر

صالح نیت کی ضرورت ۴۱
خوش کون ہے؟ ۴۲

دنیا میں سزا بندے کے ساتھ بھلائی

.... ۴۴

جان ومال کے نقصان پر صبر

.... ۴۷

لوگوں سے ملنے جلنے والا افضل ہے

.... ۴۹

احسان شناسی

شکر کے طریقے ۵۳

کھانے پینے پر اللہ کی حمد بیان کرنا

روحانی ترقی کا ذریعہ ۵۸
اللہ کی لعنت ۵۹
امت مسلمہ کی شان ۶۰

www.abulhasanalinadwi.org

شکر گزار

۶۴ ....

اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑائی

۶۵ ....

جزاک اللہ کی اہمیت

آپ کی پسند ۶۸
خلاصہ ۶۸

اعتماد و بھروسہ

توکل کی تشریح ۷۱
استحضار نیت ۷۳
وسائل کا اختیار ۷۴
توکل کا اعلیٰ معیار ۷۶
اہل توکل کی شناخت ۷۷
بھروسہ والی ذات ۷۸
جس کو اللہ رکھے ۷۹

www.abulhasanalinadwi.org

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توکل کی تعلیم

.... ۸۱

بغیر حساب وکتاب کے جنت والے

شافی کون؟ ۸۴

بھروسہ کی اہمیت اور اس کا مقام

غیبی مدد ۸۷

تقویٰ وپرہیزگاری

شانِ امتیازی کی شرط ۹۲
تقویٰ راہِ نجات کا ضامن ۹۳
تقویٰ کا مقام ۹۵

دنیا کی دو آزمائشیں

.... ۹۷

نیکی ہر حال میں سودمند ہے

.... ۹۹

مشتبہ چیزوں سے بچنا ضروری ہے

دل کی مثال ۱۰۳

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

اسلام ایک جامع و ہمہ گیر مذہب ہے، اس کی تعلیمات ابدی ہیں، اسلامی تعلیمات میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ انسان کا ظاہر اچھا ہونے کے ساتھ اس کا باطن بھی مزکی و مصفی ہو، اسی لیے قرآن و حدیث میں اہل ایمان کو جابجا ایسی صفات اختیار کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، جن سے انسان کی روحانی ترقی ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرصہ سے معمول تھا کہ آپ علامہ عبدالحی حسنی علیہ الرحمہ کی شہرۂ آفاق کتاب "تہذیب الأخلاق" کی روشنی میں، مسجد دائرہ شاہ علم اللہ میں درس دیتے تھے، یہ رسالہ انہی دروس میں سے چند باطنی صفات کے تذکرہ پر مشتمل ہے، سب سے پہلے حیا و شرم کا تذکرہ ہے، جس کو حدیث شریف میں ایمان کا حصہ قرار دیا ہے، پھر صبر اور شکر کو بیان کیا گیا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، جن کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ اگر بندہ ہر حالت میں ان وصفوں میں سے کسی بھی وصف کو پکڑے رہے تو جنتی ہے، اور اس کے بعد توکل کے سلسلہ میں بھی تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس دور میں لوگ توکل کا جو غلط مفہوم لیتے ہیں، اس پر بھی قدرے روشنی ڈالی گئی ہے، اخیر میں تقوی کا بیان ہے، جو کہ ایک اہم صفت ہے، قرآن وحدیث میں بھی جابجا تقوی والا مزاج بنانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

راقم خاص طور پر مخدوم ومعظم مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی مدظلہ العالی کا ممنون ومشکور ہے کہ آپ کے مفید مشوروں اور ہدایات سے یہ کام آسان ہوا، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مولانا کے سایہ عاطفت کو تادیر سلامت رکھے، اس کتاب کو صاحب کتاب اور تمام معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین.

محمد ارمغان بدایونی ندوی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیا و شرم

حیا کا ترجمہ عام فہم زبان میں یہ کیا جا سکتا ہے کہ حیا نام ہے زندگی اور حساسیت کا، اور بے حیائی نام ہے بے حسی اور مردنی کا، یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ قابل مذمت بننے سے بچنے کے لیے، اور لوگوں کی عیب جوئی سے محفوظ ہونے کے لیے انسان کے اندر جو حساسیت پیدا ہوتی ہے اس کا نام حیا ہے، خلاصہ یہ کہ بری بات، برے کام، بری عادت سے بچنے کا نام حیا ہے۔

لیکن آج دشمنان اسلام نے اسی حیا کے مادہ کو مٹانے کی کوششیں جاری کر رکھی ہیں، کیونکہ انہوں نے جب یہ محسوس کیا کہ اسلام حیا سے وابستہ ہے، تو انہوں نے حیا پر اتنی زد ماری اور اس کو ایسا پامال کیا کہ جب حیا ہی نہیں رہے گی تو اسلام کیا باقی رہے گا، جب کہ اسلام پورا کا پورا حیا سے وابستہ ہے، اسی لیے آج عالمی طور پر بے حیائی کو فروغ دیا جا رہا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور انسان کی حس کو مردہ کیا جا رہا ہے، کیونکہ ہر انسان کے اندر بری بات سے بچنے کی ایک حس ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی بچہ بھی ہوتا ہے وہ بھی نہیں چاہتا کہ کسی کے سامنے برہنہ ہو جائے، اس لیے کہ اس کو حیا آتی ہے اور ایسا کرنا بھی برا معلوم ہوتا ہے، اسی طرح سے شروع میں جن کی گالی دینے کی عادت نہیں ہوتی وہ لوگ بھی زبان سے بے ہودہ گوئی کو پسند نہیں کرتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی اس طرح کی بے ہودہ بات سن بھی لیتا ہے تب بھی اس شخص کو برا لگتا ہے۔

برائی کی اقسام

برائی کی تین قسمیں ہیں، ایک برائی وہ ہے جو عقل کے اعتبار سے برائی ہے، ایک برائی وہ ہے جو شریعت کے اعتبار سے ہے، اور ایک وہ ہے جو عرف کے اعتبار سے برائی ہے، پھر ان میں سے بھی ہر ایک کے درجات ہیں یعنی بری چیز حرام کے درجہ میں ہے، اس کا چھوڑنا واجب ہے، یا مکروہ کے درجے میں ہے، اسی طرح کوئی چیز ایسی ہوتی ہے کہ اس کا چھوڑنا بہتر ہے یا واجب ہے یا کوئی چیز عرف کے درجہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو کر لے تو صحیح ہو جائے، بشرطیکہ وہ عمل شریعت سے نہ ٹکرا رہا ہو، کیونکہ اگر عرفی عمل شریعت و عقل کے خلاف نہ ہو تو اس پر عمل کر لینا

www.abulhasanalinadwi.org

بہتر ہے، اور چھوڑنا بہتر نہیں ہے، لیکن اگر چھوڑ بھی دے تو کوئی حرج بھی نہیں، لہٰذا اسی طرح سے جو چیز عقلی اعتبار سے بری سمجھی جاتی ہے اس کو کرنا برا ہوگا، مثلاً: کوئی سر کے بل الٹا چلنے لگے، تو ایسے شخص کو یقیناً لوگ پاگل کہیں گے۔ لیکن جو کام شرعی اعتبار سے برا ہو اور اس کو کیا جائے تو اس کو فاسق کہا جائے گا، اسی طرح کوئی کام عرفاً برا ہو تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو نہ کیا جائے، لیکن اگر کوئی کرتا ہے تو اس کو سنکی کہا جائے گا، گویا عرف بدلتا رہتا ہے، جیسے مسجد میں ٹوپی پہن کر آنا عرف ہے، شریعت کا حکم نہیں ہے لہٰذا اس میں بہتر یہ ہے کہ انسان ٹوپی پہن کر نماز ادا کرے، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔

بے حیائی کے نتائج

مذکورہ بالا تینوں جہات سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج ہر اعتبار سے بے حیائی کا دور ہے، جس کی وجہ سے آج لوگ ایمان سے محروم ہوتے چلے جارہے ہیں، جو کہ سب بے حیائی کا نتیجہ ہے، حالانکہ حیا سراپا خیر ہے، لیکن آج کل ہماری حس ہی مفقود ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے حیا کا عنصر بھی باقی نہیں رہا، جیسے اگر کوئی شخص جذام کا مریض ہو، تو اس کی کھال مردہ ہو جاتی ہے، اس پر چاہے ٹھنڈا رکھا جائے یا گرم رکھا جائے، اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ احساس نہیں ہوتا، لیکن اگر کسی صحیح سالم انسان کی انگلی سے بھی کوئی چیز لگ جائے تو فوراً اس کا اثر ہوتا ہے، اسی طرح آج ہر انسان پر بے حسی جذام کے مرض کی طرح سے چھا چکی ہے، یہاں تک کہ آج جانور اور انسان میں کوئی فرق ہی باقی نہیں رہا، اسی لیے سارے کے سارے بے حیا جذام کے مریض ہیں، اور کوڑھ میں مبتلا ہیں، یعنی اخلاقی اعتبار سے عادت کے جذام میں مبتلا ہیں، ان کے پورے کٹ کٹ کر جس طرح جذام کا مریض مرتا ہے ایسے ہی گریں گے، جذام کی دواؤں میں لکھا ہوتا ہے کہ "ٹھنڈا گرم پانی کر کے بوتل رکھیں، اگر وہ دونوں کی تفریق کر سکے تو مریض نہیں ہے ورنہ مریض ہے" خلاصہ یہ کہ اس وقت پوری ملت کو اس وقت بے حس کر کے ذبح کیا جا رہا ہے، نہ ان میں دم ہے، نہ ہمت ہے، نہ حوصلہ ہے، نہ طاقت ہے، نہ سامنے آنے کی صلاحیت ہے، نہ دشمن سے ٹکر اور مورچہ لینے کا دم ہے، جو کہ دراصل حیا کے فقدان کا شاخسانہ ہے، جس کے ختم کرنے میں یہودیوں نے بہت محنت کی ہے کہ بے حیائی کو زیادہ سے زیادہ عام کر دیا جائے تاکہ پوری قوم کا دم نکل جائے، اسی طرح سے ان کی یہ بھی ایک کوشش ہے کہ اس ملت کو زیادہ سے زیادہ حرام کھلایا جائے تاکہ کوئی بھی آدمی کسی کام کا نہ رہ جائے، کیونکہ ایسے شخص کی نہ نماز قبول

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگی، نہ روزہ قبول ہوگا، نہ اچھے کام قبول ہو سکتے ہیں، اور جب قبول ہی نہیں ہوں گے جس کی وجہ سے اس کے اندر رونق پیدا ہوتی ہے تو انسان کی طاقت کیوں کر باقی رہے گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حیا ایمان کا شعبہ ہے

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ، أَوْ قَالَ: بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَأَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْأَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ.(۱)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے ستر سے بھی زائد شعبے ہیں، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساٹھ سے زائد شعبے ہیں، تو اس میں سب سے افضل کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا قائل ہونا ہے، اور سب سے ادنیٰ راستہ سے تکلیف

(۱) صحیح مسلم: ۳۵

www.abulhasanalinadwi.org

وہ چیز کو ہٹاتا ہے، اور حیا ایمان ہی کا ایک شعبہ ہے۔

فائدہ:- حیا حدیث کی رو سے اسلام کے اہم ترین شعبوں میں سے ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا، شراح کا کہنا ہے کہ راستہ میں پڑی ہوئی چیز کو ہٹانے میں گویا کہ انسان ایمان کے ساٹھ شعبوں کو اکٹھا کر لیتا ہے، اور ظاہر بات ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے کہ سارے شعبوں کی جو برکت واجر ہو سکتا ہے وہ اس پر عمل کرنے سے ہی عطا فرمادے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اخلاقیات اسلام

عَنْ زَیْدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ رُکَانَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ-رَفَعَہٗ اِلیٰ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - قَالَ: اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا، وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ.(۱)

ترجمہ:- حضرت زید بن طلحہ بن رکانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بے شک ہر دین کے کچھ اخلاقیات ہوتے ہیں، اور اسلام کی اخلاقیات کی بنیاد حیا ہے۔

فائدہ:- معلوم ہوا کہ دین کی سربلندی کے لیے حیا موجود ہونا ضروری ہے، کیونکہ صاحب اخلاق ہر جگہ عزت سے دیکھا جاتا ہے، ایسے ہی وہ دین بھی عزت وعظمت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے جس کے اندر

(۱)رواہ مالك فی المؤطا: ۱٦۱۷

www.abulhasanalinadwi.org

حیا والی چیزیں ہوں، اسلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ اسلام کی عزت وعظمت ومحبت حیا سے وابستہ ہے، گویا اسلام اور حیا دونوں لازم وملزوم ہیں، اسی وجہ سے اسلام میں حیا کا مقام بہت بلند ہے، حدیث میں آتا ہے کہ جب تم کو حیا ہی نہ رہ جائے تو جو چاہو کرو، کیونکہ درحقیقت یہی حیا انسان کو برائیوں اور برے معاملات سے روکتی ہے، اسی لیے حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا کہ حیا سوائے بھلائی کے کچھ نہیں لاتی، اسی طرح اس کے مقابلہ میں بے حیائی سے برائی ملے گی، فرمایا گیا ہے کہ جس چیز میں حیا کامل ہو جائے وہ چیز چمک جاتی ہے، اور جس چیز سے حیا نکل جائے وہ چیز بگڑ جاتی ہے اور بدصورت ہو جاتی ہے، گویا کہ حیا انسانیت کا جھومر ہے، اور یہ آرائش وزیبائش کا ذریعہ بھی ہے، غرض کہ حیا کا بہت اونچا مقام ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایمان اور نفاق کی علامات

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَیَاءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ، وَالْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ.(۱)

ترجمہ:- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیا اور بات نہ کرنا ایمان کے دو شعبے ہیں، اور فحش گوئی اور کثرت کلام نفاق کے دو شعبے ہیں۔

فائدہ:- مذکورہ بالا حدیث سے یہ مراد ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی ایسی فضول اور لایعنی بات نہ نکالے کہ اس پر پکڑ ہو جائے اور جہنم رسید کر دیا جائے، کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ بسا اوقات آدمی

(۱) سنن الترمذی: ۲۰۲۷

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے جملہ پر دھیان نہیں دیتا ہے لیکن اس سے جہنم میں چلا جاتا ہے اور کبھی کبھی اچھا کہہ دیتا ہے تو آسمان پر چلا جاتا ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالعلی حسنیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے پوری زندگی کوئی لایعنی بات نہیں کی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو رعب بھی عطا فرمایا تھا، آپ جو بھی بولتے تھے سوچ سمجھ کر بولتے تھے، معلوم ہوا نہ بولنا اچھی بات ہے، اور زیادہ بولنا خطرہ کی گھنٹی ہے، کیونکہ جب آدمی زیادہ بولے گا تو ادھر ادھر کی باتیں کرے گا، جس کی وجہ سے غلط باتوں میں پڑ جائے گا اور اس کے نتیجہ میں گناہ میں مبتلا ہو جائے گا، اس لیے آدمی کو سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔

نفاق کی علامت

اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا: بے حیائی اور زیادہ بولنا نفاق کے شعبوں میں سے ہے، اور زیادہ بولنے کے لیے عربی میں ''بیان'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ فصاحت و بلاغت کا سکہ جمانے کے لیے گاڑھی گاڑھی زبان نہیں بولنا چاہیے، تا کہ سامنے والا مرعوب ہو جائے، اسی لیے اگر کوئی شخص تقریر کرے تو اس کی تقریر ایسی ہونی چاہیے کہ محض لفاظی نہ ہو، کیونکہ صرف لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ایسی تقریر کرنا بھی نفاق ہے، لہٰذا ہر شخص کو یہ جائزہ بھی لے لینا چاہیے کہ وہ

www.abulhasanalinadwi.org

تقریر لوگوں کی اصلاح کے لیے کر رہا ہے یا لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کر رہا ہے، اگر لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کر رہا ہے یا اس لیے کر رہا ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ یہ صاحب بہت اچھے مقرر ہیں، کبھی ہنساتے ہیں اور کبھی رلاتے ہیں تو یہ نفاق میں سے ہے۔

حضرت احنف بن قیس کا واقعہ

ایک مرتبہ ایک بڑے مقرر حضرت احنف بن قیس حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ تشریف لائے، اور بہت عمدہ تقریر فرمائی، جس سے پورے مدینہ میں ان کے گن گائے جانے لگے، چنانچہ جب وہ اپنے وطن کو واپس جانے کے لیے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کرنے کے لیے تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابھی آپ کو یہیں رکنا ہوگا، جب ہماری اجازت ہوگی تب آپ یہاں سے تشریف لے جائیں گے، حضرت احنف بن قیس تقریباً مکمل ایک سال تک مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے، اور ایک سال کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا: اب تم جا سکتے ہو، لیکن اس واقعہ پر حضرت احنف بن قیس نے دریافت فرمایا: کہ اتنے دن آپ کے یہاں روکے رکھنے کا کیا راز تھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب آپ نے اچھی تقریر فرمائی تو مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں آپ منافق نہ ہوں، اس لیے یہ جاننے کے لیے کہ کہیں آپ منافق تو نہیں ہیں میں نے آپ کو اتنے دن روکے رکھا تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن الحمدللہ آپ کے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

اس واقعہ کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو آج کل کے مقررین اور محررین میں شاید ہی کوئی معفو عنہ ہو، بلکہ آج کل تقریباً اچھے اچھے مشائخ بھی اسی نفاق میں مبتلا ہیں، جن کے بیان کرنے کا ایسا عمدہ سلیقہ ہے، جس سے لوگ لہلوٹ ہو جاتے ہیں، لیکن ان کی حقیقت یہ ہے کہ خود ان کے اندر کچھ بھی نہیں ہے، اسی لیے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا گیا: زیادہ بولنے کا تعلق نفاق سے ہے، اسی طرح بے حیائی کا تعلق بھی نفاق سے ہے اور اس کے مقابلہ میں حیا کا تعلق ایمان سے ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ الْحَيَاءِ مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا، فَاِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهِ. (۱)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نادیدہ شوہر خاتون سے زیادہ باحیا تھے، آپ جب بھی کوئی چیز دیکھتے جس سے کراہت ہوتی تھی تو اس کو ہم آپ کے چہرے سے سمجھ لیتے تھے۔

فائدہ:- ایک حیا خلقی ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے

(۱) صحیح البخاری: ۶۱۰۲

www.abulhasanalinadwi.org

اندر رکھا ہے اور ایک ایمانی حیا ہے، جو اس خلقی حیا کو مزید ترقی دیتی ہے، چونکہ آپ ﷺ میں یہ دونوں حیا موجود تھیں، اسی لیے آتا ہے کہ آپ ﷺ اس قدر حیا والے تھے جیسے کوئی عورت کبھی کمرہ سے نہ نکلی ہو، اور اس نے سورج ہی نہ دیکھا ہو، آپ ﷺ اس سے بھی زیادہ حیا والے تھے۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ بھی حیاء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، جب ہم نے آپ کی زندگی کو دیکھا تو اس کو دیکھ کر ہم کو رسول ﷺ کی حیا سمجھ میں آگئی، کیونکہ آپ اس قدر باحیا تھے کہ جب کسی کو بیعت کرتے تھے تو جب توبہ کے اندر یہ الفاظ فرماتے تھے: میں توبہ کرتا ہوں زنا سے، تو یہاں اپنی آواز پست فرمالیتے تھے، اور کہتے ہوئے شرماتے تھے، اسی طرح عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے فرماتے تھے: ہم توبہ کرتے ہیں بے حیائی کے کاموں سے، جس سے پتہ لگتا تھا کہ حیا کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ آپ ﷺ بھی جب کسی بے حیائی کے کام سے لوگوں کو منع فرماتے تھے تو نہایت حکیمانہ انداز سے اصلاح فرماتے تھے، مثلاً عموماً اس طرح فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اس طرح کے کام کرنے لگے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حیا کا مفہوم

عَنْ أَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ، قُلْنَا: یَا نَبِیَّ اللّٰہِ! انَّا لَنَسْتَحْيِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، قَالَ: لَیْسَ ذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ الاسْتِحْیَاءَ مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ، أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعٰی، وَتَحْفَظَ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰی، وَتَذْكُرَ الْمَوْتَ وَالْبِلٰی، وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِیْنَةَ الدُّنْیَا، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْیٰی مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ۔ (۱)

ترجمہ:- حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ سے حیا کرو جیسا اس کا حق ہے، ہم نے کہا: اے اللہ کے نبی! اللہ

(۱) سنن الترمذی: ۲٤٥٨

www.abulhasanalinadwi.org

تعالیٰ کا شکر ہے ہم حیا کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چیز مراد نہیں ہے، لیکن کما حقہ حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے سر میں جو کچھ ہے اس کی حفاظت کرو، اور پیٹ کی بھی حفاظت کرو (حرام مال سے) اور موت اور مصیبتوں کو یاد رکھو، اور جس کا مقصود آخرت ہوتا ہے تو وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے، اس لیے جس نے یہ سب اعمال کیے تو گویا اس نے حیاء کا حق ادا کر دیا۔

فائدہ:- مندرجہ بالا حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے گویا ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہمارے سامنے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا استحضار ہونا ضروری ہے اور اس سے حیا اختیار کرنا بھی ضروری ہے، ورنہ صحابہ کرام کی حیا کا یہ حال تھا کہ بعض بعض صحابی کو استنجاء کے لیے بیٹھنا مشکل ہو جاتا تھا اس استحضار میں کہ اللہ ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں سر کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے دماغ میں اچھے خیالات رکھے، اچھی سودے بازی کرے، اس کے افکار و نظریات اسلامی ہوں، ایسا نہ ہو کہ اس کا دماغ غلط طریقہ پر لگ گیا ہو، بلکہ اس کا ذہن مکر و فریب سے پاک ہو، اور انسان کا دماغ برے خیالات سے اسی وقت پاک ہو سکتا ہے جب اس کو اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

تعالیٰ کا ہمہ وقت استحضار ہو، اور اللہ تعالیٰ سے حیا بھی ہو، اسی طرح پیٹ اور اس کے آس پاس کی چیزوں کی حفاظت کے بارے میں بھی حکم دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر حرام لقمہ نہ جانے پائے، ناجائز شبہ کی چیز نہ پہنچے، اس کے علاوہ جو حفاظت کی چیزیں ہیں، ان کی حفاظت کی جائے، یعنی شرم گاہ کی حفاظت کی جائے، اور موت کو یاد رکھا جائے، اور قبر میں اپنے ساتھ ہونے والے معاملہ کو یاد رکھا جائے، تاکہ دنیا کی رونق انسان کے دل سے ختم ہو جائے، اس کو جو مزا آرہا ہے وہ مٹ جائے، اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا: جو آخرت کا ارادہ کرلے گا وہ دنیا کی زینت کو ترک کردے گا، یعنی دنیا کے فیشن کو چھوڑ دے گا، البتہ جہاں تک زینت کا تعلق ہے تو اس کو اختیار کرنے کی اجازت ہے، اور اس کا حکم بھی ہے کہ ہر نماز سے پہلے زینت اختیار کرو، اسی لیے بزرگوں کا بھی زینت اختیار کرنے کا معمول رہا ہے، لیکن یہاں زینت کا لفظ فیشن کے معنی میں ہے، اسی لیے یہاں ترجمہ فیشن سے کیا جائے گا، کیونکہ آج کل فیشن کا کوئی سرا نہیں ہے، ہر روز ایک نیا فیشن آتا ہے، لوگ نئے نئے طرز کے پینٹ پہنتے ہیں، کبھی ڈھیلا ہوتا ہے تو کبھی چست ہوتا ہے، کبھی اوپر ہوتا ہے کبھی نیچے ہوتا ہے، اور حد سے زیادہ پیسے خرچ کیے جاتے ہیں، اسی لیے ایسے

www.abulhasanalinadwi.org

لوگوں کی تنخواہیں ان کو پوری نہیں پڑتی ہیں، لیکن جو سادہ لوح لوگ ہوتے ہیں ان کے یہاں چار ہزار میں الحمد للہ تمام امور پورے ہوجاتے ہیں، معلوم ہوا فیشن کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انسان کے گھر سے برکت ختم ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو حیا کی قدر کرنے والا بنائے اور اس کی توفیق عطا فرمائے اور حیاوالا بنادے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مصیبت وآزمائش میں صبر ورضا

صبر کا لفظ اردو میں مستعمل ہے، لیکن اصلاً یہ لفظ عربی کا ہے، اس کے معنی ہیں نفس کو قابو میں رکھنا، اور اس کی بھی مختلف شکلیں ہیں یعنی ناپسندیدہ حالات آئیں اس میں اپنے آپ پر کنٹرول رکھنا اور گناہوں و برائیوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا، اور چونکہ نفس کے اندر اچھے کام کرنے کا بھی تقاضہ نہیں ہوتا، اسی لیے وہ اس بات پر بھی روک لگاتا ہے کہ اچھے کام نہ کیے جائیں اس لیے نفس کو اس سے بھی کنٹرول میں رکھنا چاہیے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ طاعات کے کام کیے جائیں، اللہ کو راضی کرنے والے کام کیے جائیں، اچھے اور نیک کام کیے جائیں، دراصل اسی کا نام صبر ہے، لیکن اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ صبر بہت وسیع وغیر معمولی چیز ہے، اسی لیے اس پر ملنے والا بدلہ بھی غیر معمولی ہے، قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جو اہل صبر ہیں ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا، یعنی ہر

www.abulhasanalinadwi.org

ایک کو ناپ کر دیا جائے گا، لیکن ان کے لیے پیمانہ نہیں ہوگا بلکہ خداوند قدوس اپنی مرضی سے بے شمار اجر عطا فرمائے گا، اسی وجہ سے حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب صبر والوں کو اجر ملنے لگے گا تو صبر والا خود یہ چاہے گا کہ کاش میں نے دنیا میں مزید تکالیف برداشت کرلی ہوتیں تاکہ آج خوب سے خوب بدلہ ملتا، لیکن اس دنیا میں جب انسان پر مصائب آتے ہیں تو وہ گھبرا جاتا ہے، اور دعا کرنے لگتا ہے، تاکہ کچھ تکالیف کم ہو جائیں، حالانکہ جب روز محشر میں ان تکالیف پر ملنے والے اجر کو دیکھیں گے تو یہی تمنا ہوگی کہ کاش دنیا میں ہماری کھالوں کو قینچی سے کاٹ دیا جاتا، تاکہ یہاں ثواب زیادہ سے زیادہ مل جاتا، لیکن چونکہ انسان جلد باز بھی ہے اس لیے عموماً وہ دنیا میں بھی برداشت نہیں کر پاتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قابل برداشت حد تک معاملہ رکھا ہے اور ان کاموں کے کرنے سے بھی منع کر دیا ہے جو نہ کیے جا سکتے ہوں۔

ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اللہ رب العزت سے دعا کی: اے اللہ! مجھے جو سزا آخرت میں ملنے والی ہے وہ اسی دنیا میں دے دے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کا قد بالکل ایک چوزے کے برابر رہ گیا، یہ خبر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور دریافت کیا: یہ کیسے ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: میں

www.abulhasanalinadwi.org

نے اس طرح کی دعا مانگی ہے، لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے بندے! تم آخرت کی تکلیف کو اس دنیا میں برداشت نہیں کر پاؤ گے، اس لیے ایسی دعا نہیں مانگی جاتی، اللہ رب العزت سے دنیا و آخرت دونوں جگہ عافیت ہی کی دعا مانگو، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو محض صبر کے فوائد سن کر اسی کا خواہاں بھی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے انسان کے لیے جو حالات پیش آئیں وہ ان میں اپنے رب سے ہر حال میں راضی رہے۔

اسی لیے آپ ﷺ نے خالی صبر کی دعا سے بھی منع فرد یا ہے، ایک صاحب نے کہا:

"اَللّٰھم اصبر" (اے اللہ! صبر کی توفیق دے)

تو آپ ﷺ نے بلایا، اور معلوم کیا کہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: مصیبت مانگ رہا ہوں، تو آپ نے فرمایا: "جب بلا آ ہی جائے، تبھی صبر کرنا، ورنہ اللہ سے عافیت کی دعا مانگو۔" کیونکہ اللہ کو سب سے زیادہ عافیت پسند ہے، اسی لیے عافیت کی دعا بھی کرنی چاہیے، کیونکہ اس میں بندگی کا اظہار بھی ہے، اور اللہ کو بندگی بہت پسند بھی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آہ وبکا کی ممانعت

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَرْسَلَتْ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِلَيْهِ): إِنَّ ابْنِيْ قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ: إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ، وَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا، فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَرِجَالٌ، فَرُفِعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ، فَأَقْعَدَهُ فِيْ حَجْرِهِ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ. (۱)

(۱) صحيح البخاري: ۱۲۸٤

www.abulhasanalinadwi.org

ترجمہ:- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ کو کہلا بھیجا کہ میرا بچہ جانکنی کے عالم میں ہے آپ تشریف لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب سلام کہلوایا اور فرمایا: اللہ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو کچھ اس نے دیا اس کے نزدیک ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر ہے صبر کرو، اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو، صاحبزادی نے دوبارہ قسم دلا کر کہلایا: آپ ضرور تشریف لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ اور دیگر حضرات چلے، بچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو گود میں بٹھالیا، بچہ موت وحیات کی کش مکش میں تھا، یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں یہ دیکھ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے اللہ تعالیٰ اپنے رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

فائدہ:- معلوم ہوا آنکھوں سے آنسو بہنا بھی رحمت کی دلیل ہے

www.abulhasanalinadwi.org

کہ دل نرم ہے، اس کے اندر مہربانی ہے، پیار ہے، محبت ہے، اسی وجہ سے آنسو بہتے ہیں، اور ایسے بندوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، جن میں رحمت ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ تکلیف محسوس کرنا برا نہیں ہے لیکن شکایت کرنا برا ہے، لہٰذا اگر کوئی تکلیف پر صبر کرے، اس کو برداشت کرے، تو اللہ تعالیٰ اس پر اس کا اجر دے گا، اور وہ ترقی کرتا چلا جائے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

صبر مصیبت کے وقت ہی معتبر ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي، فَقَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصِبْ بِمُصِيبَتِي، وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى.(۱)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عورت کے پاس سے گزر ہوا، جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے

(۱) صحیح البخاری: ۱۲۸۳

www.abulhasanalinadwi.org

فرمایا: اللہ سے ڈرو، اور صبر کرو، اس عورت نے آپ ﷺ سے کہا: دور ہو، تم پر میری جیسی مصیبت نہیں پڑی، نہ تم اس کی تکلیف کو جانتے ہو، جب اس عورت کو بتایا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ تھے تو وہ دربار نبوت میں حاضر ہوئی، وہاں اس کو کوئی دربان و چپراسی نظر نہ آیا، اس نے عرض کیا: اللہ کے نبی ﷺ! میں نے پہچانا نہیں تھا، (اس لیے شان اقدس میں گستاخی ہوئی) آپ ﷺ نے فرمایا: صبر تو وہی معتبر ہے جو صدمہ پہنچنے کے وقت کیا جائے۔

فائدہ:- معلوم ہوا جس وقت انسان کو صدمہ لاحق ہو اس کو اسی وقت صبر کرنا چاہیے، ورنہ اس وقت اول فول بکنے کے بعد صبر کرنا اصل صبر نہیں ہوگا، لہٰذا ہر ایک کو چاہیے کہ وہ ایسے مواقع پر صبر سے کام لے، اور اپنے کو قابو میں رکھے، ورنہ اگر کوئی شخص زبان سے بڑبڑائے گا تو یہ پسندیدہ بات نہیں ہوگی۔

www.abulhasanalinadwi.org

نابینا کے صبر کا بدلہ جنت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: انَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: اذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ، يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ. (۱)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میں اپنے بندے کو اس کی دونوں محبوب چیزوں کے ذریعہ آزماتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو ان دونوں کے بدلے میں اس کو جنت دیتا ہوں، دونوں محبوب چیزوں سے مراد دونوں آنکھیں ہیں۔

(۱) صحیح البخاری: ۵۶۵۳

www.abulhasanalinadwi.org

فائدہ:- مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ جس درجہ کی آزمائش ہوگی اللہ تعالیٰ اس بندہ کو اس آزمائش پر اسی اعتبار سے اجر بھی عطا فرمائے گا، البتہ ہر ایک آزمائش میں صبر اور اجر وثواب کے لالچ کی شرط ہے، کیونکہ صبر کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ صبر سے انسان کے دل کو بہت سکون ملتا ہے، کیونکہ جب بھی کوئی تکلیف ہوتی ہے تو انسان تصور کر لیتا ہے کہ یہ تکلیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے، محبت والا ہے، اور جب محبت کرنے والے کی طرف سے کوئی تکلیف ہوتی ہے تو انسان کو وہ تکلیف اچھی محسوس ہوتی ہے، جیسے کسی شخص کے پھوڑا نکل آئے جس کا آپریشن کرنا ضروری ہوگیا ہو، لہٰذا جب یہ آپریشن کیا جاتا ہے تو وہ فطری طور پر چلاتا ہے لیکن جب یہ سوچتا ہے کہ اس کے بعد راحت ہو جائے گی تو فوراً اس کے دل کو سکون مل جاتا ہے، اور وہ یہ سوچ لیتا ہے کہ میں بعد میں ٹھیک ہو جاؤں گا، بالکل اسی طرح جب ہمارے اوپر کوئی مصیبت آتی ہے تو ہم کو فوراً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ تکلیف اللہ رب العزت کی طرف سے حکمۃً دی گئی ہے، جس کے نتیجہ میں بہت اجر وثواب ملنے والا ہے۔

لاعلاج کون؟

اگر کوئی شخص اس طرح کا تصور اپنے ذہن میں قائم رکھتا ہے تو اس کو ہر دکھ بھی اچھا محسوس ہوگا، کیونکہ اس کو اس کے پیچھے عمدہ عمدہ جنت کے

www.abulhasanalinadwi.org

باغات نظر آرہے ہوں گے، دراصل صبر اسی کا نام ہے یعنی انسان کے ذہن میں یہ تصور آتے ہی ساری پریشانیاں دور ہو جائیں، اور اس کو کہیں بھی چوں چرا کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے، جو کہ اسلام کا مزاج بھی نہیں ہے، بلکہ اسلام کا کہنا یہ ہے کہ جو خدا کی طرف سے ملے اس پر انسان کو راضی ہونا چاہیے، خواہ وہ خوشی ہو یا غم ہو، البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے مسائل کے حل کے لیے وسائل کو حتی الامکان اختیار کرنے کی بھی اجازت دی ہے، مثلاً: بیماری کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوا کرنا چاہیے، کیونکہ ہر مرض کی ایک دوا ہے سوائے موت کے، معلوم ہوا دنیا میں ایسی کوئی بیماری نہیں ہے جس کی شفا موجود نہ ہو، لیکن اگر کوئی سمجھ ہی نہیں سکے تو یہ اس کے سمجھ میں کمی ہوگی، کیونکہ خدا نے ہر چیز واضح کر دی ہے، اسی لیے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں مرض لاعلاج ہے، یہ بھی درست نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ ان کا یہ قول لاعلاج ہے، کیونکہ اسلام میں لاعلاج کوئی مرض نہیں ہے، اس لیے کہ اسلام کہتا ہے کہ ہر مرض کا علاج موجود ہے، لہٰذا یہ ذمہ داری اب انسان کی ہے کہ وہ اس کا علاج تلاش کرے اور تحقیقات کرے، آج سے پہلے بے شمار مرض ایسے تھے جن کو لاعلاج سمجھا جاتا تھا، لیکن آج جدید تحقیقات کی وجہ سے ان کا علاج بھی موجود ہے، جس سے مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کا علاج موجود نہ ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

مومن کے ہر معاملہ میں خیر

عَنْ صُهَيْبِ بْنِ سِنَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، اِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ (لَهُ) خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، اِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَاِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ.(۱)

ترجمہ:- حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی خوب ہے اس کا ہر معاملہ خیر ہی خیر ہوتا ہے، مومن کے سوا کسی اور کو یہ بات حاصل نہیں، اس کو خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے، یہ اس کے حق میں خیر ہی خیر ہے،

(۱) صحیح مسلم: ۲۹۹۹

www.abulhasanalinadwi.org

اس کو رنج وتکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے حق میں خیر ہی خیر ہوتا ہے۔

فائدہ:- مذکورہ بالا حدیث ایک مومن انسان کے تمام مسائل کا حل پیش کرتی ہے، کیونکہ دنیا میں لوگ یا تو مصیبت کا شکار رہتے ہیں جس کی وجہ سے ذہنی الجھن رہتی ہے لہٰذا اس پر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنادی، یا وہ خوشی میں رہتے ہیں تو اس پر شکر ادا کر کے وہ شخص اللہ کا تقرب حاصل کر لے گا، غرض کہ اگر کسی مومن کی نیت درست ہے تو اس کو دونوں طریقوں سے جنت میں جانا ہے۔

صالح نیت کی ضرورت

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے لکھا ہے، ایک بزرگ بیمار ہوئے اور خاموش لیٹ گئے، لیکن ایک دوسرے بزرگ بھی جب بیمار ہوئے تو انہوں نے چلانا شروع کر دیا کہ اللہ ٹھیک کر دیجئے، پہلے بزرگ سے معلوم کیا گیا کہ آپ خاموش کیوں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ مرض اللہ کی طرف سے ہے، اس لیے اسی کا شکر ادا کر رہا ہوں، اور جب دوسرے سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں چلا رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: جس طرح انسان اپنی والدہ کے سامنے روتا ہے اسی طرح میں بھی اپنے اللہ کے سامنے محبت کے ساتھ رو رہا ہوں تاکہ وہ ٹھیک کر دے، معلوم ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

یہاں دونوں کی نیت اچھی ہے، اسی لیے ان دونوں کے الگ الگ انداز کے عمل بھی محمود ہیں، اسی لیے اصل معاملہ نیت پر موقوف ہوتا ہے، لیکن اگر نیت ہی خراب ہو، اور انسان اندر سے کڑھ رہا ہو، تو اس کو ثواب بھی نہیں ملے گا، لہٰذا شکایت نہیں کرنی چاہیے۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غم پر صبر اور خوشی پر شکر ادا کرنے سے مومن کو دونوں حالت میں اللہ کی رضا ملتی ہے، لیکن اگر آج کے زمانہ میں یہ دیکھا جائے کہ کوئی خوشی میں بھی ہے تو شاید ہی کوئی ایسا شخص مل سکے جس کو خوشی ہوگی۔

خوش کون ہے؟

ایک مرتبہ کسی شخص نے یہ طے کیا کہ مجھے معلوم کرنا ہے دنیا میں کون شخص ایسا ہے جو بالکل خوشی کی زندگی گزارتا ہے، چنانچہ اس نے ساری دنیا کے چکر لگائے لیکن اس کو کوئی ایسا شخص نہ مل سکا جو مکمل طور پر یہ دعوی کر سکتا ہو کہ میں خوش ہوں، آخر میں ایک ایسے شخص کے پاس اس کا جانا ہوا جو کہ بہت خوش تھا، اس کی بیوی بھی صحت و توانا تھی، اور اولاد بھی خوش وخرم تھی، لہٰذا جب اس سے معلوم کیا: کیا آپ اس دنیا میں بالکل خوش ہیں؟ اس نے جواب دیا: میرے غم کے عالم کو مت پوچھو، فرمایا: کیوں؟ آپ کے پاس بظاہر دنیا کی ہر خوبی ہے، جواب دیا: میرے پاس اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، ایک اچھی بیوی بھی موجود ہے، لیکن ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میری بیوی بہت بیمار ہوگئی، ممکن تھا کہ اب زیادہ دنوں تک وہ زندہ نہ رہتی، چنانچہ اس نے ایک دن مجھ سے اپنے بیماری کے ایام میں کہا: میرے مرنے کے بعد تم دوسری شادی کرلوگے؟ میں نے جواب دیا: نہیں، لیکن ان کو میری اس بات پر اطمینان نہیں ہوا، جس کی وجہ سے میں نے ان کو یقین دلانے کے لیے وہ کام کرالیا جس کے بعد شادی کی اجازت ہی نہیں رہتی، اس کے بعد اتفاق یہ ہوا کہ اچانک میری یہ بیوی ٹھیک ہوگئیں، اور اب میں ادھر بیٹھا ہوں وہ ادھر بیٹھی ہیں، مگر ہمارے مابین وہ تعلقات قائم نہیں ہوسکتے جو شوہر بیوی کے ہوتے ہیں، مجھ سے زیادہ غم والا کون ہوسکتا ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی میرے پاس کچھ نہیں ہے۔

معلوم ہوا خوشی ہو یا غم اگر کوئی صاحب ایمان ہے تو وہ نہایت سکون واطمینان سے دنیا میں ذہنی وقلبی ولسانی طور پر رہتا ہے، اور یہی اصل بات ہے کہ انسان اپنا دل بھی قابو میں رکھے، اپنا دماغ وزبان بھی قابو میں رکھے، اسی کا نام صبر ہے، لیکن اگر دل بھی بے چین ہو اور دماغ بھی بھٹک رہا ہو اور زبان بھی ادھر ادھر اول فول بک رہی ہو، تو ایسی صورت میں انسان کو کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا میں سزا بندے کے ساتھ بھلائی

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ، عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَاِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ، أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ (مِنْ) مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ لَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ.(۱)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب بندے کے حق میں خیر چاہتا ہے تو اس کو دنیا ہی میں (اس

(۱) سنن الترمذی: ۲۳۹۶

www.abulhasanalinadwi.org

کے گناہ کی) سزا دے دیتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ برائی کا فیصلہ چاہتا ہے تو اس کے گناہ پر اس کو چھوڑ دیتا ہے، پھر قیامت کے دن پوری پوری سزا دیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنی بڑی آزمائش ہوتی ہے اتنا ہی بڑا اجر ملتا ہے، اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے محبت فرماتا ہے، ان کو آزمائش میں ڈالتا ہے جو اس آزمائش میں اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں، اور جو واویلا مچاتا ہے اور ناراضگی ظاہر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوتا ہے۔

فائدہ:- اللہ تعالیٰ کے کرم کا معاملہ یہ ہے کہ حدیث آتا میں ہے "جب اللہ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا معاملہ چاہتا ہے تو اس کو سزا دینے میں جلدی کرتا ہے" یعنی دنیا ہی میں اس کو اس کی سزا دے دیتا ہے اور یہ اہم بات ہے کہ دنیا کی سزا علامتی ہوتی ہے، کیونکہ دنیا میں انسان بہت بڑی سزا کو بھگت نہیں سکتا، جیسے جہنم میں آدمی سخت سے سخت سزا پر نہیں مرے گا، یہاں تک کہ کھال بھی جل جائے گی، پھر بھی بڑھ چڑھ کر سزا ملے گی، اور وہ اس سزا کو بھگتتا رہے گا، لیکن اگر سزا اس دنیا میں زیادہ کردی جائے تو انسان مرجائے گا، اس لیے جو سزا یہاں مل جاتی ہے وہ بہت اچھی سزا ہے، یعنی علامتی سزا ہے کہ تھوڑی بہت ملے گی اور جنت

www.abulhasanalinadwi.org

میں پاک صاف ہو کر جائیں گے، لیکن جس کو سزا نہیں ملی ہوگی، اس کو وہاں بہت سزا ملے گی، اسی لیے اس دنیا ہی میں سزا کا مل جانا بہتر ہے۔

اللہ رب العزت کی سزا بھی الگ الگ انداز کی ہوتی ہے، بلکہ جس کا جس قدر گناہ ہوتا ہے اس کی سزا بھی اسی اعتبار سے ہوتی ہے، البتہ وہ سزائیں جو علامتی سزائیں ہوسکتی ہیں، وہ یہ ہوسکتی ہیں، مثلاً: کسی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا، کسی کے سر میں درد ہے، کسی کے پیر میں درد ہے، کسی کے خلاف کیس ہوگیا، کسی کی موٹر چوری ہوگئی، کسی کا بیٹا بیمار ہوگیا، کسی کے بیٹے کا انتقال ہوگیا وغیرہ وغیرہ، غرض کہ یہ سب وہ سزائیں ہیں جو علامتی ہیں، یعنی ان کے بعد وہاں کچھ نہیں ہوگا، کیونکہ بعض دفعہ دنیا کے اندر چھوٹی سزا مل جانے سے آخرت کی بڑی سزا ٹل جاتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک بار وہ نہا دھو کر، کپڑے پہن کر نکلے اور جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جارہے تھے لیکن اچانک ایک گلی سے کسی نے ان کے اوپر گندگی کا کوڑا پھینک دیا، جو کہ بظاہر بہت بڑی تکلیف کا باعث ہے، کیونکہ جمعہ کا وقت بھی قریب تھا، اور اعلیٰ کپڑے بھی زیب تن کئے ہوئے تھے، لہٰذا حضرت عبدالقادرؒ نے اپنی ناگوار نگاہوں کو کچھ اوپر اٹھا کر دیکھا تو اچانک ایک صدا سنائی دی کہ اے عبدالقادر! یہ کیا دیکھ رہے ہو اس وقت تمہارے اوپر پہاڑ گرنے والا تھا جس کو ہم نے کوڑا بنا دیا ہے۔ اللہ اکبر!

www.abulhasanalinadwi.org

جان و مال کے نقصان پر صبر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ، وَوَلَدِهِ، وَمَالِهِ، حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى، وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ. (۱)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مرد وعورت برابر جان ومال اور اولاد کی آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں رہے گا۔

فائدہ:- انسان کو جب بھی کوئی مصیبت لاحق ہو اس کو ضرور سوچنا چاہیے کہ یہ چھوٹی مصیبت کسی بڑی مصیبت سے محفوظ رکھنے کے واسطے

(۱) سنن الترمذی: ۲۳۹۹

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ رب العزت نے دی ہے، مثلاً: اگر کسی کے سر میں درد ہے تو اس کو یہ سوچنا چاہیے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پاگل بننے سے محفوظ کرنے کے لیے یہ معمولی سر کے درد کی سزا دے دی ہو، جیسے یہاں ہائی کورٹ وغیرہ میں بھی یہ ہوتا ہے کہ علامتی طور پر کسی کو قتل کی سزا ملنے والی ہوتی ہے تو اس کو عمر قید کی سزا میں تبدیل کر دیا جاتا ہے، اور اس کے بعد چند سال گزرنے پر اس کی رہائی بھی ہو جاتی ہے، لہٰذا ایسا ہی صبر کا معاملہ بھی ہے مگر اس میں نیت ضروری ہے، تاکہ جب سزا ملے تو انسان کی زبان پر شکایت نہ ہو، اور دل میں گھبراہٹ نہ ہو، دماغ میں خدا کے خلاف برے خیالات نہ ہوں، اس لیے کہ بسا اوقات آدمی ذرا سا بیمار ہوتا ہے تو فوراً غلط باتیں بکنا شروع کر دیتا ہے، مثلاً: ''پتہ نہیں اللہ کو مجھ سے کیا لینا دینا ہے، خواہ مخواہ بیمار ہو گئے''، لیکن اس طرح کہنے والا یہ کوئی بھی نہیں دیکھتا کہ ہمارے گناہ کتنے زیادہ ہیں، حالانکہ اگر کوئی یہ چیز دیکھ لے تو سراپا بیمار رہنا ہی پسند کرے گا، اسی لیے اللہ کے نیک بندوں کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ بیمار نہیں ہوتے تھے تو پریشان ہو جاتے تھے، اور سوچتے تھے کہ کہیں اللہ کچھ ناراض نہ ہو گیا ہو، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ بیماری سے گناہ دھل جاتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

لوگوں سے ملنے جلنے والا افضل ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ خَيْرٌ لَهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ.(۱)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مومن جو لوگوں سے ملتا جلتا ہے اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے تو وہ اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے ملتا جلتا نہیں ہے اور ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر کی منزل سے نہیں گزرتا ہے۔

فائدہ:- اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف مزاج والا بنایا ہے، اس لیے

(۱) سنن ابن ماجۃ: ۴۰۳۲

www.abulhasanalinadwi.org

کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے اندر تکلیف پہنچانے کا ہی مادہ ہوتا ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کی تکلیفوں پر صبر کرنے والے کا بھی اللہ رب العزت کے یہاں بہت اونچا مقام ہے، اس لیے کہ لوگوں میں کوئی کسی کو دھوکہ دیتا ہے، کوئی کسی پر الزام لگاتا ہے، کوئی کسی کو دھکا دیتا ہے، لہٰذا اگر کوئی ایسا متحمل مزاج ہے جو ہر طرح کے لوگوں کی عادات کو دیکھ کر صبر کرتا ہے اور ان کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے تو اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ ہوگا، اسی لیے ہر شخص کو ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس سے دوسروں کو حتی الامکان فائدہ ہی پہنچے نہ کہ نقصان، ہمارے اندر جس قدر یہ بات ہوگی اللہ تعالیٰ ہم کو اسی قدر ترقی عطا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح طور پر اس کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

احسان شناسی

شکر اسلام کے اہم ترین اعمال میں سے ہے، جس کا مطالبہ اللہ کی طرف سے تمام انسانوں سے ہے، کیونکہ شکر ادا کرنا احسان شناسی کی بات ہے، اس لیے انسانوں کو جو نعمتیں حاصل ہیں اور جس نے یہ سب کچھ عطا کیا ہے، اس کا ذکر کرنا، اس کی تعریف کرنا، اس کے احسان کو ماننا شکر کہلاتا ہے، اور عربی میں شکر کے معنی ہیں "جانور کھانا یا چارہ کھائے، اس کے بدن میں وہ چارہ لگے اور اس کی صحت ٹھیک رہے، اور اس کے بعد اچھا دودھ بھی دے" اگر کوئی جانور ایسا ہوتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ

"شکر بالدابة" (جانور نے شکر کیا)

اس لیے کہ اس کو جو کھانے کو ملا وہ اس کو لگ گیا، اور بدن میں لگ گیا تو وہ موٹا ہو گیا اور دودھ دینے لگا، اور جو اس کے فوائد ہیں وہ بھی حاصل ہونے لگے، اگر وہ کھیت میں جوتے جانے کے لائق ہے یا گھوڑا ہے اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

سواری بنائے جانے کی بات ہے یا جو بھی ہو جو اس کا فائدہ ہے وہ اس سے ملنے لگا گویا اب جانور کھانے کے بعد شکر والا ہو گیا، تو ایک بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ جو ملے وہ لگے، اور ظاہر ہو، تو شکر ہے، اور جو ملے لیکن نہ لگے اور نہ ہی ظاہر ہو، تو شکر نہیں ہے، جس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ بعض لڑکے کمزور ہوتے ہیں اور ان کو کھانا لگتا ہی نہیں ہے تو اس کو لوگ کہتے ہیں "اس کے بدن میں لگتا ہی نہیں ہے،" گویا کہ بدن خراب ہے، اس کے علاج کی ضرورت ہے، کیونکہ اگر اس کا بدن ٹھیک ہوتا تو کھانے کے بعد اس کے بدن میں گوشت لگتا، اور صحت مند ہو جاتا، لیکن چونکہ کھاتا بھی ہے پھر بھی صحت مند نہیں ہو رہا ہے تو اس کے پیٹ میں کچھ بات ہے، معلوم ہوا یہ لگنے والی بات بہت اہم بات ہے، لہٰذا شکر کا معنی یہ ہوا کہ اللہ کی طرف سے جو نعمتیں مل رہی ہیں وہ بدن میں صحیح طور پر لگیں، اور لگنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان صحت مند ہو جائے اور صحت مند ہونے کے بعد جو کام اس سے وابستہ ہیں وہ کما حقہ ادا کرنے والا ہو جائے، تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا اب اس نے اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا لیا، کیونکہ کھانا پانی اللہ کی نعمتوں میں سے ہے تو کھا پی کر وہ صحت مند ہو گیا اور صحت مند ہونے کے بعد تمام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا بن جائے یہ شکر ہوگا، اسی طرح یہ بھی شکر ہوگا کہ وہ زبان سے اللہ کی حمد کرنے والا بن جائے، لیکن اگر ان نعمتوں کے حصول کے بعد انسان غلط کاموں میں پڑ جائے تو یہ ناشکری ہوگی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسی لیے مسلمان کو شکر ادا کرنے والا کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ اس کی نعمتوں کو جاننے کے بعد ان کا حق ادا کرتا ہے اور کافر ناشکرا کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ حقوق کی ادائیگی نہیں کرتا، لہٰذا ان کے علاج کی بھی ضرورت ہے، اس لیے کہ اس کافر کو بھی نعمتیں مل رہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں کیا ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ایمان والوں کو ہی پھل کی روزی دے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کہا: ہم سب ہی کو روزی عطا کریں گے، البتہ یہ الگ بات ہے کہ ان کو اس نعمت کے حق ادا کرنے کا احساس نہیں ہے، اور مسلمانوں کو احساس ہے، کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ ہمارے اوپر تمام انعامات کی بارش اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اس لیے اسی کے احکامات کو بھی مان کر چلنا ہوگا۔

شکر کے طریقے

اللہ تعالیٰ نے انعامات کے متعلق ارشاد فرمادیا ہے

﴿وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (النحل: ۱۸) (اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے ہو)

اسی لیے اگر کوئی صرف آنکھوں ہی کی نعمت کو دیکھے تو معلوم ہوگا کہ اس کے فوائد بھی گننا مشکل ہیں، اسی طرح کان کی نعمت ہے، زبان اور پیٹ، ہاتھ پیر وغیرہ کی نعمتیں ہیں، جن کا شمار کرنا بھی مشکل ہے، لیکن اب نعمتوں

www.abulhasanalinadwi.org

کا حق یہ ہے کہ ان پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور جو شخص جتنا شکر ادا کرے گا اتنی ہی اس کی ترقی ہوتی چلی جائے گی، لیکن شکر کے بھی مختلف طریقے ہیں اور درجے ہیں، ایک شکر یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو آنکھ دی ہے، تو آنکھ کا شکر یہ ہے کہ آنکھ بند بھی کی جائے اور کھلی بھی رکھی جائے، یہ جسمانی شکر ہے، لیکن اگر کوئی صاحب چھ مہینہ تک آنکھ بند کرلیں تو ممکن ہے کہ آنکھ کی روشنی بھی کم ہوجائے، اور اگر دو تین سال بند کئے رہیں تو ممکن ہے کہ بصارت ہی نہ چلی جائے، گویا یہ جسمانی ناشکری ہے، اسی طرح ہاتھ کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہاتھ جیسی نعمت عطا فرمائی ہے تو اس کو استعمال کیا جائے، اس کے ذریعہ سے کھانا کھایا جائے، گویا یہ سب جسمانی شکر ہے، اور دوسرا شکر یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کا استعمال صحیح جگہ اور صحیح طریقہ پر ہو، کیونکہ ایک شکر یہ ہوا کہ نگاہ صحیح دیکھے، لیکن ایک شکر یہ بھی ہوا کہ نگاہ کسی نامحرم کو نہ دیکھے، کسی کو ڈرانے کی نظر سے نہ دیکھے، تو یہ نگاہ کا شکر ہے، معلوم ہوا شکر کا ایک درجہ تو یہ ہے کہ انسان طاعت وفرمانبرادی میں لگ جائے، اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کو اندر سے مشاہدۂ حق کی تجلیات کا احساس ہونے لگے، اور محبت الٰہی سے اس کا دل معمور ہوجائے، اور زبان پہ اللہ کی حمد وثناء کا ترانہ جاری ہوجائے، گویا کہ مذکورہ بالا شکر کی تینوں چیزیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، کہ جس نے نعمتیں دی ہیں آدمی اس

www.abulhasanalinadwi.org

کی بات مانے، نمبر دو اس سے محبت کرے، نمبر تین اس کی تعریف کرے، لہٰذا جب اللہ ہی نے ساری نعمتیں دی ہیں، اسی نے جسم دیا ہے، تو اسی کی نعمتوں کے گن بھی گانا چاہیے، پھر اللہ نے انسان کو جو مکانی نعمتیں عطا کی ہیں ان پر بھی اس کا شکر کرنا چاہیے، جس میں انسان کا گھر بھی آ گیا، در بھی آ گیا اور صحن بھی آ گیا، باغ بھی آ گیا، کھیت کھلیان، نہر، پہاڑ بھی آ گئے، غرض کہ دنیا کی سب نعمتیں آ گئیں، اور اس کے علاوہ زمانی وزبانی نعمتوں کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے مثلاً: اللہ نے ہم کو رمضان کا موقع دیا ہے، پھر روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے، نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے، ذکر کرنے کی توفیق دی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی شخص ان نعمتوں کو پہچانے گا اور ان پر عمل پیرا ہوگا تو اس کے دل میں خود بخود محبت پیدا ہوگی، اس لیے کہ اگر انسان کو معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کس نے کیا احسان کیا ہے تو اس کو احسان کرنے والے سے خود بخود محبت ہو جاتی ہے، اسی لیے کرم والا احسان شناس ہوتا ہے اور جو لئیم یعنی کمینہ ہوتا ہے وہ نا احسان شناس ہوتا ہے، اگر کرم والے پر آپ احسان کریں تو وہ احسان مانے گا، لیکن گئے گزرے شخص پر اگر احسان کیا جائے تو وہ نہیں مانے گا، جو کہ ناشکری کہلائے گی، اور ناشکری بہت ناپسندیدہ عمل ہے، لیکن اگر کوئی شخص شکر کرے گا تو اس کے اندر یہ تینوں چیزیں پیدا ہو جائیں گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کھانے پینے پر اللہ کی حمد بیان کرنا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضَىٰ عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشُّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا. (۱)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے راضی اور خوش ہوتا ہے کہ وہ کھائے تو اللہ کی تعریف کرے اور پیئے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔

فائدہ:- تمام انسانوں پر سب سے زیادہ نعمتوں کا برسانے والا، انسان کی تمام تر نالائقیوں کے باوجود اس کے نوازنے کا حق یہ ہے کہ

(۱) صحیح مسلم: ۲۷۳٤

www.abulhasanalinadwi.org

انسان سب سے پہلے اس کی اطاعت میں لگ جائے، پھر اس کی محبت دل میں پیدا ہو جائے، اور آیات الٰہی کے مشاہدہ سے ہمکنار ہو جائے، جس چیز کو جہاں بھی دیکھے تو اللہ کی وحدانیت کا گیت گائے اور شکرانہ کے ترانے گائے، اور اس کے ذریعہ سے اللہ تک پہنچ جائے اور اس پر اللہ کی حمد کرے، اور اللہ کی حمد کے متعلق آتا ہے کہ

"الحمد لله رأس الشكر"(۱) (الحمد للہ کہنا سب سے بڑا شکر ہے)

اسی لیے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے سورۂ فاتحہ پڑھنا یا سننا نماز کے اندر ہر رکعت میں ضروری کر دیا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر حال میں اللہ کی حمد کرنا ہی ہے، لیکن اس سے بھی بڑھ کر اللہ کی حمد یہ ہے کہ انسان ہر لمحہ، ہر پل، ہر لحظہ، ہر منٹ، ہر سیکنڈ اللہ کی حمد کرے، اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ لقمہ کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس لقمہ پر بھی بندہ اس کی حمد کرے، اس لیے کہ ایک لقمہ بھی بغیر اللہ کے احسان کے حلق کے اندر جا ہی نہیں سکتا، اسی طرح ایک گھونٹ پانی بھی بغیر اللہ کے احسان کے انسان پی ہی نہیں سکتا، کیونکہ انسان کے اندر دو نلیاں ہیں جو ایک ساتھ چلتی ہیں، جن کے پیچھے پردہ پڑا ہوا ہے، اس

(۱) شعب الايمان للبيهقي: ۴۳۹۵

www.abulhasanalinadwi.org

لیے جب انسان سانس لیتا ہے تو وہ پردہ کھل جاتا ہے اور جب کھانا کھاتا ہے تو بند ہو جاتا ہے، جیسے جب لقمہ اندر گیا تو وہ بند ہو گیا، پھر جب سانس لی تو کھل گیا ورنہ اگر سانس کی نالی میں لقمہ چلا جائے گا تو انسان کا فوراً انتقال پر ملال ہو جائے گا۔

ایک جرنل فوجی ایک مرتبہ کھانا کھا رہا تھا، کہ اچانک اس کی سانس کی نلی میں لقمہ چلا گیا، تو سارے ڈاکٹروں نے بچانے کی کوشش کی، لیکن ان سے کچھ بھی نہ ہوسکا اور وہ وہیں مر گیا، اسی لیے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔

روحانی ترقی کا ذریعہ

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراھیم:۷) (اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم خوب بڑھا کر دیں گے، ورنہ میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے)

نعمت کے بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو کیفیت اور کمیت دونوں اعتبار سے بڑھائے گا، یعنی زیادہ لقمہ کھانے کی اللہ صلاحیت پیدا کر دے گا اور وہ ہضم بھی ہو جائے گا، اس کے نتیجہ میں انسان کے اندر جو خون بنے گا وہ ضائع نہیں ہوگا، جس سے طاقت و توانائی بھی ملے گی، اور معنوی فائدہ یہ ہوگا کہ جب آپ حمد کریں گے تو

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ کمال عطا فرمائے گا، یعنی جو صفت انسان کے اندر اچھی ہے اس کو اور بڑھائے گا اور جو اچھی ہونی چاہیے لیکن اس وقت نہیں ہے تو وہ عطا فرمادے گا، لیکن اس کے لیے پہلے شرط یہی ہے کہ انسان اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنے والا بندہ بن جائے، اور کبھی بھی اللہ کو نہ بھولے، لیکن چونکہ انسان بہت عجلت پسند بھی ہے، اس لیے جب دستر خوان پر ساتھ میں بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے تو حمد وثناء سب کچھ بھول جاتا ہے، بلکہ اس کی نگاہ صرف روٹی اور بوٹی پر ہوتی ہے کہ سامنے والا زیادہ نہ کھالے، حالانکہ اسی نقطہ نظر سے معاملہ گڑبڑ ہو جاتا ہے، جب کہ دستر خوان پر دوسرے شخص کو کھانے کے لیے ترجیح دینے میں بہت روحانی ترقی ہوتی ہے، اسی لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا: روحانی ترقی کا بہترین ذریعہ دستر خوان پر اپنے بھائی کو ترجیح دینا ہے۔

اللہ کی لعنت

لیکن اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری ہوتی رہی تو وہی ہوگا جو یہودیوں کے ساتھ ہوا، جس کا ذکر قرآن مجید میں جابجا کیا گیا ہے کہ ان میں نبی بھی آئے، بادشاہ بھی ہوئے، ان کے لیے آسمان سے کتابیں لا لا کر دی گئیں، لیکن انہوں نے سوائے ناشکری کے کچھ نہیں کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے قیامت تک لعنت کو مقدر فرمادیا، اسی

www.abulhasanalinadwi.org

لیے جو قومیں اللہ کا شکر ادا نہیں کرتیں ان پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے، اور چونکہ یہودیوں نے خاص طور سے ناقدری کی تھی، یہاں تک کہ کوئی میدان انہوں نے ایسا باقی نہیں چھوڑا تھا جس میں نعمتوں کی ناقدری نہ کی ہو، اسی وجہ سے اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا، معلوم ہوا ناشکری اتنی خطرناک چیز ہے کہ یہودیوں نے ناشکری کی تو آج تک ہدایت سے محروم ہیں، یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی صرف چند ہی یہود کو ہدایت ملی، اسی لیے آج تک سب سے کم تعداد نو مسلمین میں انہیں کی ہے، البتہ عیسائیوں میں قبول اسلام کا رجحان آج بھی خوب ہے۔

امت مسلمہ کی شان

امت مسلمہ کی یہ ایک امتیازی شان رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا اعتراف کرتی ہے، اس لیے اس امت کا لقب بھی "حمادہ" رکھا گیا ہے، کیونکہ اس کا نبی بھی شکور ہے، اسی لیے آپ کا نام محمد، احمد، محمود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حمد کرنے والے تھے، آپ سے زیادہ کسی نے حمد نہیں کی، یہاں تک کہ آپ سے زیادہ حمد کرنے والا آج تک کوئی بھی پیدا ہی نہیں ہوا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حمد کا اونچے سے اونچا مقام عطا فرمایا تھا، اسی لیے جب قیامت میں تمام انبیاء سفارش کرنے سے معذرت کردیں گے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سفارش

www.abulhasanalinadwi.org

فرمائیں گے، اور اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ میں گر جائیں گے، اور اس وقت اللہ تعالیٰ حمد وثناء کے عمدہ عمدہ کلمات القا فرمائے گا اور آپ ﷺ ان الفاظ میں امت کے لیے دعا کریں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ

"یا محمد! ارفع راسك، وسل تعط"(۱) (اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور مانگو تم کو دیا جائے گا)

(۱) سنن الترمذی: ٢٦٢١

www.abulhasanalinadwi.org

شکرگزار

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيْلَ لَهُ: أَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْداً شَكُوْراً.(۱)

ترجمہ:- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی طویل نماز پڑھی کہ پاؤں مبارک میں ورم آگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں؟ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

(۱) سنن الترمذی: ۴۱۲

www.abulhasanalinadwi.org

فائدہ:- اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد اس کائنات کے سب سے بڑے محسن چونکہ اس کے محبوب رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لیے ان کا حق بھی ادا کرنا ضروری ہے، اور آپ کا احسان ماننا اور شکر ادا کرنا بھی ضروری ہے، اور آپ کا شکر یہ ہے کہ آپ کے لیے درود وسلام کے تحفے بھیجے جائیں، اور اتباع سنت کیا جائے، اور آپ سے محبت کی جائے، یہ آپ کا شکر ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کام کرے گا، تو اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کی وجہ سے امت کو بہت کچھ عطا فرمائے گا، اور اپنی رحمتوں و مہربانیوں سے نوازتا چلا جائے گا، جس کے نتیجہ میں انسان ترقی کرتا چلا جائے گا، اسی لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ جب نماز پڑھتے تھے تو ورم آجاتا تھا، یہاں تک کہ اس حال کو دیکھ کر ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو بخشے بخشائے ہیں، آپ کیوں اتنی محنت کرتے ہیں؟ آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، یعنی اللہ نے مجھے نہ جانے کیسی کیسی نعمتوں سے نوازتا ہے، معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کا حق ادا فرمایا ہے، کیونکہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا مکلف کیا تھا کہ لوگوں کو ہدایت کے راستہ پر لگاؤ، تو آپ نے اس کا حق اس طرح ادا کیا کہ پیر بھی لہولہان ہو گئے، اور دوسری طرف آپ کو

www.abulhasanalinadwi.org

یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ انسانوں کی تخلیق کا مقصد عبادت الٰہی ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حق اس طرح ادا کیا کہ آپ کے قدموں پر ورم تک آ گیا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اور عبادت کے پختہ ہونے کے لیے دعا کا بھی حق ادا کر دکھایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دعا، دعوت، عبادت ان تینوں کا کما حقہ شکر ادا کر کے دکھا دیا، اور گویا آپ نے اپنے آپ کو شکر گزار بندہ بننے کے متعلق تمام امت کو یہ تلقین فرما دی کہ دنیا میں بھی اگر کوئی تم پر احسان کرے تو اس کا شکر ادا کرو، چاہے وہ والدہ ہوں یا اساتذہ و شیوخ، غرض کہ کوئی بھی ذرا سا احسان کر دے تو انسان کو چاہیے کہ اس کا شکر ادا کرے، اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرے گا تو وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بے نیاز ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، البتہ اگر کوئی اس کی تعریف کرے گا تو اس کا فائدہ اسی کو ہوگا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑائی

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَأَعِيْذُوْهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعْطُوْهُ، وَمَنْ اسْتَجَارَ بِاللّٰهِ فَأَجِيْرُوْهُ، وَمَنْ آتَى اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ، فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا، فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَعْلَمُوْا اَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ.(۱)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے اس کو پناہ دو، اور جو اللہ کے واسطے مانگے اس کو عطا کرو، اور جو اللہ کے نام سے امان طلب کرے اس کو امان دو، جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تم اس کا بدلہ دو اگر بدلے کی استطاعت نہ ہو تو اس کے حق میں اتنی دعا کرو کہ تم کو یہ محسوس ہو کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا۔

(۱) سنن النسائی: ۲۵۶۸

www.abulhasanalinadwi.org

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَتِ الْمُهَاجِرُوْنَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الْأَنْصَارُ بِالْأَجْرِ كُلِّهِ، مَا رَأَيْنَا قَوْماً أَحْسَنَ بَذْلاً لِكَثِيْرٍ، وَلَا أَحْسَنَ مُوَاسَاةً فِيْ قَلِيْلٍ مِنْهُمْ، وَلَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ، قَالَ: أَلَيْسَ تُثْنُوْنَ عَلَيْهِمْ وَتَدْعُوْنَ لَهُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: فَذَاكَ بِذَاكَ.(۱)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرات مہاجرین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سارا اجر تو انصار لے گئے، ہم نے ان سے بہتر کسی مال والے کو خرچ کرنے والا نہیں دیکھا، کم مال والوں میں ان سے زیادہ دلداری اور ہمدردی کرنے والا نہیں دیکھا، انہوں نے ہم سب کے بار کو پورا پورا سنبھال لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ ان کی تعریف نہیں کرتے ہو؟ حضرات مہاجرین نے عرض کیا: کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اس عمل سے ان کے حسن سلوک کا بدلہ ہو گیا۔

فائدہ:- معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ بھی بیان فرما دیا، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں اخوت ومحبت کی جو مثال قرن اول میں قائم ہوئی آج تک دنیا اس کو دیکھنے سے قاصر ہے۔

(۱) سنن النسائی: ۱۸۱

www.abulhasanalinadwi.org

جزاک اللہ کی اہمیت

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا، فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ.(۱)

ترجمہ:۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ حسن سلوک کیا گیا اور اس نے اس حسن سلوک کرنے والے سے جزاک اللہ کہہ دیا، اس نے تعریف کا حق ادا کر دیا۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا احسان شناسی اور شکر کے ادا کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ بے جا تعریف بھی نہ ہو، اور حق بھی ادا ہو جائے، لیکن احسان شناسی کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے محسن کو کبھی بھی نہ بھولے، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے کو شکر گزار بنائیں، یوں بھی یہ امت

(۱) سنن الترمذی: ۲۰۳۵

www.abulhasanalinadwi.org

حمادہ اور شاکرہ امت ہے، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو تعریف والا ہونا چاہیے اور ہم کو حمد اور شکر کرنے والا ہونا چاہیے۔

آپ کی پسند

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرمایا کرتے تھے: تم مالی بننا چاہتے ہو یا مہتر؟ اگر مالی بننا پسند ہے تو مالی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ پھول دیکھتا ہے اور ان کو چنتا ہے، ان کی حفاظت کرتا ہے، اور مہتر کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ گندگی دیکھنا پسند کرتا ہے، لہٰذا اب یہ تمہارے اختیار کی بات ہے کہ تم پھول دیکھنا پسند کروگے یا گندگی، لہٰذا اگر ہم کو شکر والا بننا ہے، تو ہم صرف پھول دیکھیں گے یعنی دوسروں کی خوبیوں کو دیکھیں گے، اور شکر گزار بنتے جائیں گے، لیکن اگر بدبو والا بننا پسند ہوگا تو ہم دوسروں کے عیب دیکھیں گے، جو کہ ناشکری ہوگی۔

خلاصہ

انسان کو ہر آن خدا کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے، ہر محسن کے احسان کو یاد رکھنا چاہیے، یہی ایمان کا تقاضہ بھی ہے اور یہی انسانیت کا تقاضہ بھی ہے، اور اسی کی اللہ کے رسول ﷺ نے تمام انسانیت کو تعلیم دی ہے، جس پر اگر کوئی عمل کرلے تو اس کی ترقی ہوتی چلی جائے گی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو شکر کرنے والا اور احسان شناسی کی توفیق عطا فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اعتماد و بھروسہ

توکل دل کے اعمال سے متعلق ہے، اور اصل مسئلہ دل ہی کا ہے کہ اگر دل اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کر لیتا ہے جس سے دل حقیقی معنی میں دل ہو جاتا ہے، تو پھر ہر چیز اس کے لیے بہتر ہو جاتی ہے، کیونکہ ہر چیز کا تعلق دل سے ہے، اگر دل اچھا ہوتا ہے تو ہر چیز اچھی ہوتی ہے، اور اگر دل برا ہوتا ہے تو ہر چیز بری ہوتی ہے، اسی لیے اسلام میں دل کی طرف خاص طور سے توجہ دی گئی ہے، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دل بن جائے تو پورا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر دل بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، آج دنیا میں جو انتشار پھیلا ہوا ہے وہ سب اسی دل کے خلفشار کا نتیجہ ہے، اس لیے ہر شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارا دل ٹھیک ہو جائے، کیونکہ یہی ایک ایسی چیز ہے جو آخر تک کام آنے والی

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے یہاں مال، اولاد میں سے کوئی چیز نفع نہیں پہنچائے گی، سوائے ایک اچھے دل کے:

﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ، إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (الشعراء:۸۸-۸۹)

(اس دن مال اور اولاد کچھ کام نہیں آئے گا سوائے اس کے کہ کوئی قلب سلیم کے ساتھ آئے)

معلوم ہوا دل کو عیب سے پاک ہونا چاہیے، اور اوصاف حمیدہ سے معمور ہونا چاہیے، مثلاً: انسان کا دل شکر کرنے والا دل ہو، صبر کرنے والا دل ہو، اگر کسی شخص کا ایسا دل ہے تو وہ قلب سلیم ہے، ورنہ وہ گوشت کا لوتھڑا ہو سکتا ہے لیکن دل نہیں ہو سکتا، یا پتھر کی سل تو ہو سکتا ہے لیکن دل نہیں ہو سکتا۔

غرض کہ توکل کا تعلق انسان کے دل سے ہے اور دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، یعنی ہمہ وقت اللہ پر بھروسہ رکھنا، اسی پر اعتماد کرنا، اللہ ہی پر یقین رکھنا، اسی سب مجموعے کا نام توکل ہے، یعنی یہ تصور رکھنا کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے، سارے کام کرنے والی ذات خدا کی ہے، وہی کام بنانے والا ہے وہی بگاڑنے والا ہے، سارے اسباب ونتائج اسی سے وابستہ ہیں، لہٰذا اگر یہ یقین اچھی طرح سے انسان کے دل میں

www.abulhasanalinadwi.org

آجائے اور اس کو اللہ پر ایسا ہی بھروسہ بھی ہو، تو اسی کا نام توکل ہے، البتہ ظاہری اعتبار سے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ حکم الٰہی کی بجا آوری ہے، اور دارالاسباب میں رہنے کا طریقہ ہے، یعنی جب اللہ نے حکم دیا ہے کہ ایسا کرنا ہے تو ویسا کرنا ہی ہوگا، اور چونکہ دنیا کو اسباب سے وابستہ کردیا ہے اس لیے ان کو اختیار کرنا ہے، جو کہ توکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اسباب پر بھروسہ کرنا توکل کے خلاف ہے، لیکن اسباب ہی کو سب کچھ سمجھنا یہ توکل کے بالکل معارض ہے، بلکہ بھروسہ صرف خدا کی ذات پر ہوگا، البتہ دنیا میں اسباب اختیار کیے جائیں گے۔

توکل کی تشریح

توکل کی تشریح اس واقعہ سے سمجھی جاسکتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے اونٹ کے ساتھ ایک شخص آیا، جس نے اونٹ کو بغیر باندھے یوں ہی باہر چھوڑ دیا، جب اس سے باندھنے کے لیے کہا گیا تو اس نے جواب دیا: میرا اللہ کی ذات پر بھروسہ ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے اس کو کھونٹے سے باندھو اور اس کے بعد خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرو، معلوم ہوا جس حد تک وسائل کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ اختیار کرنا بھی ضروری ہے، اس کے بعد خدا تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ کرنا چاہیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کا ارادہ فرمایا اور آپ کو اپنے ساتھ لے کر جانے کو کہا، جس کے لیے حضرت ابوبکرؓ پہلے ہی سے تیاری کر رہے تھے، تو حضرت ابوبکرؓ سارا مال لے کر اپنی اونٹنی تیار کر کے لے آئے اور جو کچھ مال گھر میں موجود تھا سب لاکر خدمت اقدس میں رکھ دیا، درحقیقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ عمل بھی توکل کا اعلیٰ نمونہ تھا، لیکن اس کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ انسان کے گھر والے بھی تقویٰ کے اسی مقام پر فائز ہوں کہ ان کے گھر سے مال خالی ہونے کے بعد بھی وہ اس بات پر چوں چراں بھی نہ کریں، اور چونکہ حضرت ابوبکرؓ کے گھر والے اس مقام پر فائز تھے اس لیے ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی توکل کا نمونہ ہے جن کو توکل کا امام کہا جا سکتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل" (۱) (ہم کو بس ہمارا اللہ ہی کافی ہے، اور وہ کیا ہی بہتر کارساز ہے)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے

(۱) صحیح البخاری: ۴۵۶۳

www.abulhasanalinadwi.org

مدد کرنے کے لیے معلوم بھی کیا تھا لیکن انہوں نے اللہ ہی کو کافی سمجھا، جو کہ توکل کا انتہائی اونچا مقام ہے۔

استحضار نیت

توکل کا تعلق استحضار کیفیت سے بھی متعلق ہے، اسی لیے جو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے، اس کو اسی قدر توکل کا حصہ نصیب ہوتا ہے، جیسے دنیا میں کوئی مجمع یا جلسہ ہو، اور وہاں کسی بڑے آدمی کی طرف سے یہ اعلان کیا جائے کہ میں تم سب کو کچھ دوں گا، لیکن بھیڑ زیادہ ہو تو جو لوگ اسٹیج سے قریب ہوں گے وہی لوگ حاصل کر سکیں گے اور باقی حضرات محروم رہ جائیں گے، بالکل یہی معاملہ اللہ تعالیٰ کا بھی ہے کہ اس نے نوازشات کا اعلان فرمادیا ہے البتہ یہ انسان کے نصیب کی بات ہے کہ وہ کس حد تک قریب پہنچ سکتا ہے، کیونکہ اس نے اپنے اسماء لوگوں کو بتا دیئے ہیں کہ میں رزاق ہوں، جبار ہوں، قہار ہوں، میں معطی ہوں، وہاب ہوں، گویا ان اسماء کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے نوازشات کا اعلان کر دیا ہے، لہذا جو شخص ان اسماء کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے جتنا قریب ہوگا اس کو قرب حاصل ہوتا جائے گا، لیکن جو ان اسماء سے دور ہے اس کو یہ قرب نہیں ملے گا، اور قریب آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت جس شخص کو

www.abulhasanalinadwi.org

جس قدر حاصل ہو جائے، جو کہ دراصل دل ہی کا ایک معاملہ ہے، یعنی انسان کے دل میں اس بات کی معرفت پیدا ہو جائے کہ اللہ ہی رزاق ہے، اسی لیے جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں وہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ سے بات کرتے ہیں جس کو مناجات کہا جاتا ہے، ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کا کہنا تھا: "جب میں " الحمد للّٰہ رب العالمین "کہتا ہوں تو جب تک میں اس کے جواب میں اللہ کی طرف سے "حمدنی عبدی" (میرا بندہ میری تعریف کر رہا ہے) یہ نہیں سن لیتا تب تک میں سورہ فاتحہ کا اگلا جملہ "الرحمن الرحیم" نہیں کہتا۔"

وسائل کا اختیار

توکل کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بات کا اعلان کیا ہے اس کو مانا جائے اور اس کے بعد وسائل کو اختیار کیا جائے، مثلاً: اللہ نے فرمایا: میں رزاق ہوں، لہٰذا اس کے لیے وسائل کو بھی اختیار کیا جائے گا، یعنی تجارت والے تجارت کا ذریعہ اختیار کر کے اللہ کی ذات پر توکل کریں کہ تجارت میں زیادہ برکت ہوگی، اسی طرح نوکری والے نوکری کر کے توکل کریں، اور محنت و مزدوری والے اپنا کام کر کے خدا کی ذات پر توکل کریں، البتہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس طرح کے کاموں میں

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں لگ سکتے تو ان کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ وہ براہ راست اللہ کی مزدوری کریں، یعنی انسان ہر وقت دین کے کام اور اللہ کی عبادت میں لگ جائے، جس کی دو شکلیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ اللہ اس کے واسطہ کسی شخص کو کھڑا کردے، اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اس نیک شخص کے ذریعہ سے اس دوسرے انسان کے حالات کی بھی اصلاح فرمادے، اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی رہتے تھے، جن میں سے ایک بہت محنت کرتا تھا اور حلال کمائی کماتا تھا اور دوسرا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر رہا کرتا تھا، لہٰذا جو کماتا تھا اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ کچھ کام نہیں کرتا ہے صرف بیٹھا رہتا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ممکن ہے کہ تم کو بھی اسی کی برکت سے رزق نصیب ہورہا ہو، کیونکہ اگر کوئی شخص دین کے لیے صحیح معنی میں لگا ہوا ہوگا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا اس قدر مضبوط ربط ہوگا کہ اس کے سامنے جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوگا تو فوراً اللہ کا نام لے گا اور مسئلہ حل ہوجائے گا، کیونکہ وہ اللہ سے بہت قریب ہے، اور قریب وہی ہوتا ہے جو عمل والا ہوتا ہے، اور دور وہ ہوتا ہے جو بدعمل و بے عمل ہوتا ہے، اسی لیے قریب والے کو معرفت بھی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

توکل کا اعلیٰ معیار

حضرت سید احمد شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے معرفت کا غیر معمولی مقام عطا فرمایا تھا، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کے سامنے جو بھی مسئلہ ہوتا تھا، تو آپ کے دعا کرتے ہی حل بھی ہو جاتا تھا، اسی لیے حضرت سید صاحب کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر عرب کا صحراء ہو، اور تمام دنیا کے لوگ میرے ساتھ ہوں تو مجھے لمحہ بھر کے لیے بھی تردد نہیں ہوگا کہ ان کو کہاں سے کھلاؤں گا، حالانکہ آج ہمارا حال یہ ہے کہ تین آدمیوں کے آنے پر ہم لوگ سوچنے لگتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے، لیکن حضرت سید صاحب کا یہی توکل تھا جس کا خدا تعالیٰ نے اظہار بھی کرایا، چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھ ساتھیوں کو کھانا کم پڑ گیا، تو لوگوں نے عرض کیا: حضرت! ہمارے فاقے ہو رہے ہیں، اب برداشت نہیں ہوتا، کچھ انتظام فرمائیے، چنانچہ فوراً حضرت سید صاحب نے اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور کہا: اے اللہ! بے شک تو نے اپنے نیک بندوں سے بہت سی مہمانیوں کا وعدہ فرمایا ہے، کیوں نہ ان مہمانیوں میں سے ایک مہمانی آج ہی ہو جائے، چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور فوراً کھانے کا نظم ہو گیا، وہ اس طرح کہ کچھ اجنبی لوگوں نے ندی کے دوسرے کنارے سے بمشکل تمام اس کنارے پہنچ کر سید صاحب کے

www.abulhasanalinadwi.org

قافلہ کے لیے کھانے پینے کا سامان فراہم کیا۔

نوٹ:- ان واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ انسان جہاں بھی جائے خالی ہاتھ ہی چلا جائے، بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے توشہ زاد لے کر چلنے کی تلقین فرمائی ہے، البتہ اگر کوئی اس مقام بلند پر فائز ہو جیسا کہ بعض نیک بندوں کا مقام تھا تو الگ بات ہے، لیکن آج کے اس دور میں مناسب یہی ہے کہ انسان اسباب کے اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت پر صحیح نیت کے ساتھ پورا توکل رکھے۔

اہل توکل کی شناخت

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ (الأنفال:۲)

(ایمان والے وہی ہیں جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب اس کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب (پروردگار) پر بھروسہ رکھتے ہیں)

معلوم ہوا جو اہل ایمان ہیں وہ اس مقام پر پہنچتے ہیں، اور وہی لوگ

www.abulhasanalinadwi.org

اصلی توکل سے ہم کنار ہوتے ہیں، جن کی شناخت بھی بتادی گئی کہ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے تو ان کی نبضیں تیز ہونے لگ جاتی ہوں، اور جب بھی وہ آیات الٰہیہ کو سنیں تو ان کا ایمان جوش مارنے لگتا ہے، اوراس میں اضافہ ہی ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ان کیفیات والا ہے تو اسی کو توکل کا صحیح مقام بھی حاصل ہوگا، گویا کہ یہ سارے اوصاف ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔

بھروسہ والی ذات

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾

(الفرقان: ۵۸)

(اورتم اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہ مرے گا اوراس کی تسبیح وحمد بیان کرتے رہو)

معلوم ہوا انسان کا بھروسہ بھی زندہ ہونا چاہیے، کیونکہ وہ اس ذات پر بھروسہ کررہا ہے جو خود ''حی'' یعنی زندہ ہے، لہٰذا اعتماد میں بھی اسی قدر طاقت ہونی چاہیے، مردہ اعتماد نہیں ہونا چاہیے، کہ محض زبان سے کہہ دیا جائے کہ اللہ ہی کرنے والا ہے، لیکن دل کے اندر بالکل طاقت نہ ہو، غرض کہ پورے اعتماد و وثوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہونا

www.abulhasanalinadwi.org

چاہیے، اور یہ یقین ہونا چاہیے کہ وہ ''حی'' ہے اور اس کو کبھی بھی موت آنے والی نہیں ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ اگر کسی مالدار کو جب یہ علم ہوتا ہے کہ اس کے گھر میں پہرہ دار موجود ہے جو رات بھر جاگ کر اس کی حفاظت کرے گا تو وہ شخص بے فکری کی نیند سوتا ہے، کیونکہ اس کو اپنے پہرہ دار پر یہ بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ رات بھر جاگے گا اور قطعاً سونا گوارا نہیں کرے گا، لہٰذا بالکل اسی طرح معاملہ خدائے وحدہ لاشریک کا بھی ہے کہ وہ ذات بھی ہمہ وقت حی وقیوم ہے، اس کو کبھی نیند آنے والی نہیں ہے، چنانچہ اگر کسی شخص کا اس سے بڑھ کر بھی اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہو جائے تو اس کے رفع درجات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہوگا۔

جس کو اللہ رکھے......

﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (الطلاق:۳)

(اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے)

اس کے اندر ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ انسان کو اپنے معاملہ کی ابتداء سے ہی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سامنے اپنی بات رکھی کہ میں ایک مسئلہ میں بہت مجبور ہوں، تو آپ

www.abulhasanalinadwi.org

نے فرمایا: ایسی عاجزی اللہ کو پسند نہیں کہ تم کچھ بھی نہ کرو، کیونکہ تم نے توکل کا پہلو جب اختیار کیا ہے جب تم اپنے آپ سے ہار گئے ہو، لہٰذا اللہ کی ذات پر پہلے ہی بھروسہ ہونا چاہیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توکل کی تعلیم

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَظَرْتُ أَقْدَامَ الْمُشْرِكِينَ وَنَحْنُ فِي الْغَارِ وَهُمْ عَلَىٰ رُؤُوسِنَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا، فَقَالَ: مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ، اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا.(۱)

ترجمہ:- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مشرکین کے قدم دیکھے ہم غار میں تھے اور وہ ہمارے سروں پر، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ان میں کا ایک بھی اپنے قدم کے نیچے دیکھے تو وہ ہم کو دیکھ لے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تم کو ایسے دو کے متعلق کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔

(۱) صحیح البخاری: ۳۶۵۳

www.abulhasanalinadwi.org

فائدہ:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کو تشریف لے جارہے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر بھی تھے، تو آپ مشرکین سے چھپنے کے لیے غار ثور میں چھپے تھے، لیکن مشرکین وہاں بھی پہنچ گئے تھے، جن پر حضرت ابو بکرؓ کی نظر پڑ گئی، اور اس کے بعد حضرت ابو بکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی توکل کا اعلیٰ مقام ہے، جو انبیاء کو حاصل ہوتا ہے، لیکن اس سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام وسائل کو اختیار کر لیا ہے اور اس کے بعد بھی مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوہ میں جب یہاں تک آپہنچے جس کے بعد کوئی سبب اختیار کرنا بظاہر سامنے موجود نہ تھا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: توکل اللہ تعالیٰ پر ہی رکھو، گویا جس نے یہاں تک اپنی امان میں پہنچایا ہے وہ یہاں سے آگے بھی اپنی حفاظت ہی میں نکالے گا، معلوم ہوا یہ واقعات اسی لیے سامنے لائے گئے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ایک طرف دنیا ہونے کی وجہ سے آپ نے اسباب اختیار کیے، اور دوسری طرف آپ توکل کے امام بھی ہیں، اس لیے توکل کا دامن بھی نہیں چھوڑا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بغیر حساب و کتاب کے جنت والے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ أُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ أَلْفاً مِنْ غَیْرِ حِسَابٍ، ہُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ، وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ. (۱)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے، وہ بندگان خدا ہوں گے جو منتر نہیں کراتے، اور بدشگونی نہیں لیتے، اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا توکل میں اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری

(۱) صحیح البخاری: ۵۷۰۵

www.abulhasanalinadwi.org

ہے جو موہوم چیزیں ہیں، جیسے علاج میں جھاڑ پھوک کرانا وغیرہ جو اوپر ذکر کی گئیں، گویا کہ یہ بھی توکل ہے کہ آدمی جھاڑ پھوک کے چکر میں نہ پڑے اور شگون نہ لے، بلکہ محض اللہ پر بھروسہ ہونا چاہیے اور اپنے کام میں لگا رہنا چاہیے، یہ بھی توکل ہے، اسی طرح جسمانی علاج ومعالجہ میں بھی حد سے آگے بڑھنا توکل کے خلاف ہے، بلکہ انسان کو اطمینان کی حد تک سنت کے مطابق علاج کرنا چاہیے، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ پر بھروسہ ہونا چاہیے، نہ کہ ڈاکٹر پر بھروسہ ہو، کیونکہ بعض لوگ محض ڈاکٹر پر ہی بھروسہ کر لیتے ہیں، جو کہ مشرکانہ خیال ہے، یہاں تک کہ بسا اوقات کہہ بھی دیا جاتا ہے کہ "ڈاکٹر صاحب جلدی ٹھیک کر دیجیے" حالانکہ یہ جملہ توحید کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ توحید یہ ہے کہ انسان کے ذہن میں ہمیشہ یہ بات تازہ رہے کہ تمام کام کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، شفا دینے والا بھی وہی ہے، لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ نے اس دوا کے اندر شفا رکھی ہوگی تو اس سے فائدہ ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس طرح اس ڈاکٹر کو شفا کا ذریعہ بنا دے گا، نہ یہ کہ انسان خود ہی شفا دینے پر قدرت حاصل کر لے یا دواؤں میں یہ تاثیر بغیر اذن الٰہی کے پیدا ہو جائے کہ وہ انسان کو شفا عطا کر سکیں۔

شافی کون؟

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد العلی صاحبؒ کے پاس ایک مریض آیا، آپ

www.abulhasanalinadwi.org

نے اس کو دوا کا نسخہ لکھ دیا، جس سے اس کو بہت فائدہ ہوا، چنانچہ اسی مرض میں مبتلا ایک دوسرا شخص بھی آپ کے پاس آیا، اور اس کو بھی آپ نے یہ سمجھ کر کہ جب اس دوا سے سابق شخص کو فائدہ پہنچا ہے تو چونکہ اس کو بھی یہی مرض ہے، یہی دوا دینا مناسب ہوگا، وہی دوا دے دی، لیکن اللہ کی منشاء یہ کہ اس دوا سے اس دوسرے شخص کو فائدہ نہیں ہوا، چنانچہ اس کے اسباب پر جب ڈاکٹر صاحب نے غور کیا کہ آخر یہ کیا بات ہے کہ دونوں لوگوں کو ایک ہی مرض تھا اس میں ایک شخص کو اس دوا سے فائدہ ہوا اور دوسرے کو نقصان، تو سمجھ میں آیا کہ پہلے شخص کو یہ سوچ کر دوا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا، اور دوسرے کو یہ سوچ کر دوا دی تھی کہ اس دوا سے اس شخص کو فائدہ ہوا ہے لہٰذا اس کو بھی ہو جائے گا، اور اس وقت نیت کا استحضار نہیں ہو سکا تھا، اس واقعہ سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ اس دنیا میں اسباب اصل نہیں ہیں بلکہ مسبب الاسباب اصل ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بھروسہ کی اہمیت اور اس کا مقام

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَكُّلِہٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّیْرُ، تَغْدُوْ خِمَاصاً وَتَرُوْحُ بِطَاناً.(۱)

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر کما حقہ بھروسہ کرو تو تم کو وہ اس طرح سے رزق عطا کرے جیسے چڑیوں کو عطا کرتا ہے، صبح خالی پیٹ نکلتی ہیں، اور شام کو آسودہ اور بھرے پیٹ واپس ہوتی ہیں۔

فائدہ:- معلوم ہوا اس دنیا میں انسان کی کامیابی کے لیے محنت

(۱) سنن الترمذی: ۲۳۴۴

www.abulhasanalinadwi.org

شرط ہے، جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو پورا پورا عطا فرماتا ہے، اس محنت کے ساتھ ساتھ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے، ورنہ انسان کو سوائے پریشانی کے کچھ اور حاصل ہونے والا نہیں ہے، اس لیے ہر آدمی کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اللہ پر بھروسہ کر کے ہی آگے بڑھے۔

غیبی مدد

اگر کسی انسان کو توکل کا مقام حاصل ہو جائے تو اس کے لیے بلاشبہ غیب کے دروازے مدد کے لیے کھل جائیں گے، جس کے بے شمار واقعات بھی ہیں کہ توکل والوں کی اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی مدد کی ہے، بطور مثال ذیل میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

افغانستان میں روس کی حکومت کے زمانہ میں روس کے وزیر کو افغانستان کے وزیر سے کچھ ایسی اہم بات کرنا تھی جس کو فون پر کرنا مشکل تھا، اس لیے اس نے کہا: آپ کا کوئی حکومتی نمائندہ ہمارے یہاں آجائے جس سے بات کی جاسکے، چنانچہ ایک صاحب کو طے کیا گیا، جو کہ انتہائی متقی اور پرہیزگار انسان تھے، لہٰذا انہوں نے سوچا کہ نہ جانے وہاں ان کا کھانا حلال ہوگا یا حرام؟ اس لیے بہتر یہ ہوگا کہ میں خود اپنا ایسا کھانا تیار کر کے ساتھ میں لے جاؤں جو ایک ہفتہ تک کے لیے کافی ہو سکے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، لیکن جب روس کے ایرپورٹ پر ان کا اترنا ہوا، تو وہاں

www.abulhasanalinadwi.org

باہر نکل کر انہوں نے دیکھا کہ ایک مسلمان لڑکی مردار چڑیا کی کھال اتار کر اس کو کھانا چاہتی ہے، یہ صاحب اس لڑکی کے قریب گئے اور اس سے کہا: تم یہ مردار چڑیا کیوں کھا رہی ہو؟ یہ تمہارے لیے ناجائز ہے کہ تم مردار کا گوشت کھاؤ، اس نے جواب دیا: تم کو نہیں معلوم، یہ اب ہمارے لیے جائز ہو چکی ہے، کیونکہ ہم اس وقت ایسی غربت کی حالت سے دوچار ہیں، جس میں یہ مردار ہمارے لیے جائز ہو سکتا ہے، اس افسوس ناک خبر کو سن کر ان بزرگ کو انتہائی قلق ہوا، اور یہ سوچا کہ میں جو یہ کھانا اپنے ساتھ لایا ہوں، وہ صرف یہ سوچ کر لایا ہوں کہ حرام کے شبہ سے بھی محفوظ رہوں، اور چونکہ یہ لڑکی اس رزق کی مجھ سے زیادہ مستحق ہے، تو کیوں نہ میں اپنا یہ ٹفن اس لڑکی کو دے دوں، چنانچہ انہوں نے وہ ٹفن اس کی لڑکی کو دے دیا، اور اپنی راہ لی، لیکن اس کے بعد قدرت کا کرشمہ یہ ہوا کہ روس کے وزیر کا فرمان جاری ہوا: اب ان سے ملنے کی کوئی حاجت نہیں ہے، کیونکہ جس مقصد سے بات کرنا تھی وہ مقصد پورا ہو چکا، لہٰذا وہ واپس بھی جا سکتے ہیں، چنانچہ صاحب واقعہ نے خود حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کو یہ بات بتائی کہ میں وہیں سے اپنے گھر واپس آ گیا، اور دل میں یہی ایک بات بار بار آ رہی تھی کہ "اللہ نے صرف ایک ٹفن کو ایک مستحق تک پہنچانے کے لیے کس طرح افغانستان کا سفر ہوائی جہاز سے طے کرا دیا"۔ اللہ اکبر!

www.abulhasanalinadwi.org

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ساتھ ساتھ حتی الامکان اسباب اختیار کرنے کے بعد اگر کوئی شخص مجبوری کی حالت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا غیب سے ایسا انتظام فرمائیں گے جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو صحیح توکل کی توفیق عطا فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تقویٰ و پرہیز گاری

تقوی کا لفظ عام طور پر بولا بھی جاتا ہے، اور سمجھا بھی جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ تقوی کا لفظ اپنے اندر ایک سمندر لیے ہوئے ہے، جس کو کما حقہ سمجھ لینے سے آدمی متقی بن جاتا ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے بڑا اور معزز ہوتا ہے، اور جب اللہ کے نزدیک وہ عزت والا ہوتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں بھی اس کی عزت بیٹھ جاتی ہے اور اس کی محبوبیت لوگوں کے دلوں میں رکھ دی جاتی ہے، کیونکہ اللہ کے نزدیک وہ عزت والا ہوتا ہے، دراصل تقویٰ کا تعلق قلب سے ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"التقوی ھاھنا"(۱) (تقوی کا تعلق قلب سے ہے)

گویا یہ دل کا فعل ہے، اور دل ہی اصل ہے، کیونکہ اگر دل بن جائے

(۱) شعب الایمان للبیہقی: ۱۱۱۵۱

www.abulhasanalinadwi.org

تو سارا جسم بن جاتا ہے اور ایک جسم بن جائے تو کئی جسم بن جاتے ہیں اور جب کئی جسم بن جائیں تو محلّہ بن جاتا ہے، اور اگر محلہ بن جائے تو شہر سنور جاتا ہے، اور اگر شہر سنور جائے تو ملک سنور جاتا ہے، اور اس طرح پوری دنیا میں بہار آجاتی ہے لیکن معاملہ دل ہی سے چلتا ہے، اگر انسان کا دل و دماغ ٹھیک ہو جائے تو جسم کے سارے اعضاء خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں، تقویٰ کے اندر یہ واضح رہے کہ انسان کو چند اعمال کی وجہ سے اپنے آپ کو متقی سمجھنا بالکل غلط فہمی ہے، اسی طرح کسی شخص کے اعمال کو دیکھ کر اس کو متقی کا درجہ دے دینا بھی کسی درجہ میں صحیح نہیں ہے، کیونکہ کون شخص متقی ہے یا نہیں ہے یہ اللہ ہی سمجھ سکتا ہے، اس وجہ سے کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو حقیر جانے، یا کسی کو حقیر کرے، دونوں باتیں ہی غلط ہیں، اسی لیے جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ معمولی سے معمولی انسان کو بھی حقیر نہیں سمجھتے اور ان کے ساتھ بھی بہت اچھا معاملہ کرتے ہیں، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے اپنی پوری زندگی کبھی کسی انسان کے آگے پیر نہیں پھیلائے، یہاں تک کہ گھر کے افراد یا ان کے خادم بھی اگر موجود ہوتے تھے تو آپ ان کے سامنے پیر نہیں پھیلاتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ انسان ہے اور صاحب مقام بھی ہے، اس لیے میری کیا مجال کہ میں اپنے پیر پھیلاؤں، جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

والے ہوتے ہیں ان کے سامنے ان کے گناہ اس طرح رہتے ہیں یا ان کی وہ باتیں ہوتی ہیں جن کو وہ کمزوریاں سمجھ رہے ہیں کہ وہ دوسرے کے عیوب کو دیکھنے کے روادار ہی نہیں ہوتے، اسی لیے جب کسی پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی نظر مشفقانہ وطبیبانہ یا مصلحانہ ہوتی ہے، اور بقدر ضرورت لوگوں کے مرض کو دیکھ کر علاج کرتے ہیں، لہٰذا جس طرح ڈاکٹر یہ خیال نہیں کرتا کہ میرے پاس آنے والا مریض کمتر ہے یا بہتر؟ اسی طرح ایک اللہ والا بھی کسی کو برا نہیں سمجھتا، بس یہ سوچتا ہے کہ اللہ نے مجھے اصلاح کرنے کا طریقہ دیا ہے اس لیے اصلاح کر رہا ہوں، یہ نہیں کہ میں بہت بڑا ہوں، اور یہ حقیر وفقیر ہے۔

شانِ امتیازی کی شرط

﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ (الأنفال:۲۹)
(اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں شانِ امتیازی عطا فرمائے گا)

تقویٰ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو انسان بھی اس کو اختیار کرتا ہے، تو اس کے اندر اللہ ایک چمک پیدا کر دیتا ہے، جس کو قرآن میں "فرقانا" کہا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ مابہ الامتیاز تمہارے اندر ایک ایسی چیز پیدا کر دے گا، جس سے امتیازی شان پیدا ہو جائے گی، یعنی ایسا شخص لوگوں میں

www.abulhasanalinadwi.org

ممتاز معلوم ہوگا، اس کی چال ڈھال، اس کا طرز گفتگو، اس کے معاملات کا طریقہ، غرض کہ اس کی ہر ہر ادا دوسروں سے جدا ہوگی، اسی لیے جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں ان کی بات کے انداز ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کچھ اور ہی ہیں، اسی لیے جب آدمی متقی ہوجاتا ہے تو اس کے الفاظ بھی الگ ہوجاتے ہیں، چلنا بھی الگ ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کا فیصلہ فرمادیتا ہے۔

تقویٰ راہ نجات کا ضامن

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق: ۲-۳)

(اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے، اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو)

تقوی کا تعلق دل سے ہے، اسی لیے اصلاً تقوی نام ہے نیکی کا، اور نیکی نام ہے ایسے کام کا جس پر دل مطمئن ہو، اور جس کو کرنے کے بعد انسان کو اندر سے اطمینان حاصل ہوتا ہو، کیونکہ گناہ کی صفت ہی یہ ہے کہ دل میں کھٹکے اور اس کو لوگوں کے دکھانے سے وہ اٹکے، یعنی انسان کے دل میں کھٹک ہو کہ کچھ گڑ بڑ ہے، اور وہ شخص اس گناہ کو لوگوں کے سامنے

www.abulhasanalinadwi.org

دکھانے سے گھبرائے، کیونکہ آدمی جب اچھا اور نیک کام کرتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ سب دیکھیں، اور اگر برا کام کرتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ اس کو کوئی نہ دیکھے، اسی لیے تقوی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اطمینان سے کام کرتا چلا جائے، اصلاً یہ عربی کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں بچنے کے، یعنی اپنے بچاؤ اور احتیاط کی تدابیر اختیار کرنے کا نام تقوی ہے، جس کے سینکڑوں درجات ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ایسی غیر معمولی صلاحیت رکھی ہے کہ آدمی اس کے ذریعہ سے ترقی کرتا چلا جاتا ہے، گویا تقویٰ ترقی کا زینہ ہے اور بلندیوں کی لفٹ ہے، لہٰذا اگر کوئی ترقی کرنا چاہتا ہے تو تقوی کے زینہ پر چڑھنا ہوگا، اور بلندیوں کی سیڑھیوں کو طے کرنا ہوگا، اور اس کا پہلا زینہ یہ ہے کہ انسان اپنے کو شرک سے محفوظ رکھے، کیونکہ ساری منزلیں اسی پر قائم ہیں، اور اس کے بعد تمام برائیوں سے بچنے کی کوشش کرے، کیونکہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو قرآن میں اس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ نکال دے گا، یعنی جو بچنا چاہے گا اس کے لیے راستہ نکل آئے گا، جیسے ہندوستان جو کہ دنیا میں شرک کا سب سے بڑا مرکز ہے، یہاں شرک کی آندھیاں چل رہی ہیں، ایسے میں اگر کوئی بچنا چاہے تو اللہ اس کے لیے راستہ نکال دے گا، کیونکہ یہی وہ مرحلہ ہے جو تقویٰ کو اختیار کرنے کے لیے سب سے پہلا اور آخری و مؤثر ذریعہ ہے، نمبر دو یہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کہ اگر کوئی انسان گناہوں سے بچنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے گناہوں سے بچنے کا راستہ بھی نکال دے گا، یعنی اگر انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کا دل اندر سے اچھا ہو جائے تو وہ اللہ سے ڈرنے والا بن جائے گا، اسی طرح انسان کو شبہات سے بچنے کی بھی کوشش کرنا چاہیے، اور اگر کوئی شبہات سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا راستہ بھی آسان فرما دے گا، اسی طرح اگر کوئی حرام کمائی سے بچنا چاہے گا اور حرام آمدنی سے بچنا چاہے گا تو اللہ اس کے لیے حلال کمائی کے راستے بھی کھول دے گا، لیکن اگر کوئی نیت ہی نہ کرے تو اس کے لیے بچنا ممکن نہیں ہوگا۔

تقویٰ کا مقام

انسان کا شرک سے اور کبیرہ گناہوں سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان سے غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کرلے ورنہ انسان تقویٰ سے خارج ہو جائے گا، اسی لیے مومن توبہ کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا، لہٰذا جب انسان توبہ کرتا ہے تو وہ تقویٰ کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے، اس لیے توبہ کرتے رہنا چاہیے، پھر گناہ صغیرہ سے بچنا چاہیے، اور برے خیالات وجذبات سے بھی بچنا چاہیے، مباحات سے بھی بچنا چاہیے، کیونکہ یہ چیزیں ایمرجنسی ڈور Door یا ونڈو Window کی طرح ہوتی ہیں، جن کو عام طور پر نہیں کھولا

www.abulhasanalinadwi.org

جاتا، بلکہ ایمر جنسی پڑنے پر ہی کھولا جاتا ہے، ایسے ہی اسلام میں جو مباحات ہیں ان کا بھی یہی درجہ ہے، ان کو اسی وقت کھولا جاتا ہے جب اصلی دروزاہ بند ہو جائے، اور اگر اس وقت نہ کھولا جائے تو وہ اندر ہی مر جائے گا، لہٰذا "مباح"، عمل کے لیے نہیں، ایمر جنسی کے لیے ہے، جیسا کہ طلاق کا معاملہ ہے جو کہ بالکل آخری مرحلہ میں استعمال کی اجازت دی جانے والی چیز ہے، الغرض تقوی یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو خرافات سے بچاتا رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا کی دو آزمائشیں

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: انَّ الدُّنْیَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَانَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِیْهَا، فَیَنْظُرُ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَ اتَّقُوْا النِّسَاءَ، فَانَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِیْ اسْرَائِیْلَ كَانَتْ فِیْ النِّسَاءِ.(۱)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میٹھی اور سبز ہے (یعنی دنیا بڑی پیاری اور پرکشش ہے) اللہ تم کو اس میں جانشیں بنائے گا اور دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو؟ دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو، پہلا فتنہ بنی اسرائیل میں

(۱) صحیح مسلم: ۲۷٤۲

www.abulhasanalinadwi.org

عورتوں کی ذات سے پیدا ہوا۔

فائدہ:- معلوم ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے خاص کشش رکھی ہے لیکن اس سے بچنے کی تعلیم بھی دی ہے، یعنی مٹھاس بھی رکھی ہے مگر اس کے استعمال سے بھی منع کیا ہے، سوائے یہ کہ کوئی حلال طریقہ پر استعمال کرے، کیونکہ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ دنیا میں مبتلا ہو کر تمہارے اندر کھوکھلا پن پیدا ہو جائے اس لیے کہ اس دنیا میں انسان اللہ کا خلیفہ ہے، اسی لیے انسان کو دنیا کے تمام جھمیلوں سے بھی دور رہنا چاہیے، اسی طرح انسان کو اپنے مالیات کے معاملہ کو درست رکھنا چاہیے اس لیے کہ اگر مال ٹھیک نہیں ہوگا تو اس کا اثر عبادات پر بھی مرتب ہوگا، اور انسان تقویٰ کے دائرہ سے دور رہے گا، غرض کہ تقویٰ کے بلند مقام کو پانے کے لیے ہر انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ عورتوں کی بے جا محبت اور پیسہ کی بے جا محبت سے دور رہے، لیکن یہ واضح رہے کہ اپنی اہلیہ کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جا سکتا جو کہ محبت پر مبنی نہ ہو، بلکہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی تقویٰ ہے، اسی لیے یہاں عورتوں سے مراد وہ ہیں جن سے انسان ناجائز تعلقات رکھتا ہو، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اندرون خانہ خواتین کو اس طور پر مراد لیا جا سکتا ہے کہ ان کی محبت میں انسان اس حد تک آگے نہ چلا جائے کہ حلال اور حرام کی تمیز کرنا بھی چھوڑ بیٹھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

نیکی ہر حال میں سودمند ہے

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ: اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ. (۱)

ترجمہ:- حضرت ابوذر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر حال میں اللہ سے ڈرو، کوئی برائی ہو جائے تو فوراً نیکی کرو، وہ اس کو مٹا دے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

فائدہ:- معلوم ہوا اگر کوئی انسان کسی کے خلاف کوئی مضمون لکھ دے، یا کوئی غلط بات کہہ دے اور بعد میں اس کو اپنی اس غلطی کا اگر

(۱) سنن الترمذی: ۱۹۸۷

www.abulhasanalinadwi.org

احساس ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ جس طرح اس نے اپنے مخالف شخص کی برائی ظاہر کی تھی اسی طرح وہ اس کی اچھائی کو بھی عیاں کردے، نہ کہ وہ صرف اللہ رب العزت سے توبہ کرلے، بلکہ یہ ضروری ہوگا کہ اگر اس نے لکھ کر کسی کی برائی کی ہے تو لکھ کر ہی اس کی اچھائی بھی کرے، وغیرہ وغیرہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

مشتبہ چیزوں سے بچنا ضروری ہے

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَرْتَعَ فِيْهِ، أَلَا! وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ، أَلَا! وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ (۱)

ترجمہ:- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے

(۱) صحیح مسلم: ۱۷۹۹

www.abulhasanalinadwi.org

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا حلال کھلا ہے، اور واضح ہے، اور حرام بھی کھلا اور صاف ہے، ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہے کہ حرام ہے) پس جو شخص (اپنے کو) ان مشتبہ چیزوں سے بچالے گا تو اس نے اپنی عزت و آبرو کو بچالیا، اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہوا، جیسے شاہی چراگاہ کے قریب چرانے والا خطرہ میں ہوتا ہے کہ کہیں اس کا جانور اس کے اندر نہ داخل ہو جائے، سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، سن لو اللہ کی چراگاہ حرام و حلال کے امکانات ہیں، اور سن لو جسم کے اندر ایک لوتھڑا ہے جب تک وہ صحیح و درست رہے گا سارا جسم درست رہے گا، اور وہ خراب ہو جائے گا، تو سارا کا سارا جسم خراب ہو جائے گا، اور سن لو! وہ دل ہے۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ شبہ کی چیزوں سے اجتناب کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ بسا اوقات انسان انہی شبہات کی چیزوں کو اختیار کر کے معاشرہ میں اوچھی نظروں سے دیکھا جانے لگتا ہے، اسی لیے روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے، اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم

www.abulhasanalinadwi.org

سے ملاقات کی غرض سے آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، چنانچہ جب آپ ان کو مسجد کے دروازے تک چھوڑنے کے لیے تشریف لے گئے تو دو صحابی حضرات نے دیکھ لیا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کو بلایا اور معاملہ کی وضاحت فرمادی کہ یہ خاتون کون ہیں، تاکہ کسی کے ذہن میں یہ اشکال ہی باقی نہ رہے کہ رات کے سناٹے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس خاتون سے بات فرمارہے ہوں گے؟؟

اسی طرح ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے پاس ایک بڑے ذی استعداد عالم تشریف لائے، جو اپنی حسن تقریر و تحریر میں بے مثل ہیں، انہوں نے ایک ایسے شخص کے اجلاس میں جانے کی اجازت طلب کی جو بدنام زمانہ ہیں، چنانچہ حضرت مولانا نے ان سے منع کیا کہ وہاں تمہارا نہ جانا ہی بہتر ہوگا، لیکن جب انہوں نے اصرار فرمایا، تو حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا: تمہارے جانے سے ان کو تمہاری نیک نامی کا فائدہ حاصل ہوگا، اور ان کی تمام تر بدنامی تمہارے حصہ میں آجائے گی، معلوم ہوا شبہ کی جگہ پر جانا ہی نہیں چاہیے سوائے یہ کہ کوئی بہت غیر معمولی بات پیش آجائے، وہ ایک استثنائی صورت ہے۔

دل کی مثال

خلاصہ یہ کہ انسان کو حصول تقویٰ کے لیے اپنے اندر ایسے اوصاف

www.abulhasanalinadwi.org

وکمالات پیدا کرنا چاہیے جس سے اس کا دل مجلّٰی ومزکی ہوجائے، اور اس کے لیے انسان کو اپنے اندر سے حسد، کینہ اور برے اوصاف کو بھی نکالنا ہوگا، اور اچھے اوصاف کو پیدا کرنا ہوگا، اگر کوئی ان باتوں پر عمل کرتا ہے تو اس کا دل بالکل بھنے ہوئے کواب کی مانند ہوگا جس سے بہت خوشبو آتی ہے اور لوگ بھی اس کے قریب جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے پاس ہمہ وقت بھیڑ اسی لیے لگی رہتی ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے بالکل تازہ اور گرم کواب کی طرح سے رہتے ہیں، اس لیے ان کی خوشبو کو ہر کوئی پسند کرتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ رذیل قسم کے لوگوں سے ہر کوئی اجتناب اختیار کرتا ہے کیونکہ ان کی مثال کچے گوشت کی مانند ہے جس کے پاس جانے سے بھی انسان کے اوپر خون کی چھینٹے آجاتی ہیں اور کوئی بھی اس کچے گوشت کے برابر میں بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتا، لہٰذا اگر کوئی شخص ہم میں سے اپنے دل کو برائیوں اور شرک کی گندگیوں سے دور رکھے گا تو اس کا دل خود بخود ایک شاندار کواب کی طرح سے خوشبو پھیلانے والا دل بن جائے گا، ورنہ اگر یوں ہی تمام برائیوں میں مبتلا رہے تو یہ دل سوائے ایک کچے گوشت کی ٹکیہ کے کچھ نہیں ہوسکتا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر کوئی صورت دیکھ کر ہی دور بھاگے گا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو تقویٰ کے راستہ پر چلائے۔

www.abulhasanalinadwi.org